جلد 26 شمارہ 12 ماہ دسمبر 2024ء جمادی الثانی 1446ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت

اللہ

محبت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لا حاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

گوجرانوالہ

فلاحِ آدمیّت

فلاحِ آدمیّت

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد

خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ

بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ

بانی مجلّہ فلاح آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ 0344-9000042

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ

مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ

ای میل: info@tauheediyah.com Ph: 055-3411030

Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ✿✿✿ سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

دل کی بات

پاس انفاس کی فضیلت

عملی سلوک میں پاس انفاس میں سانسوں کا خیال رکھا جاتا ہے دل و دماغ کا رشتہ سانس کے ذریعے اللہ سے جوڑ دیا جاتا ہے پاس انفاس یہ ہے کہ ہر سانس جو اندر جائے یا باہر آئے اس سے لفظ اللہ کہو۔ لفظ اللہ دل سے کہا جاتا ہے زبان سے نہیں کہا جاتا ۔لفظ اللہ کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا خیال کیا جاتا ہے کہ کائنات کے ہر ذرے میں ہمارے اندر باہر اللہ تعالیٰ موجود ہے اس طرح دل میں اللہ کی یاد کو قائم کیا جاتا ہے ۔ اسے وقوف قلبی بھی کہتے ہیں یعنی دل میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد کو قائم رکھنا۔ پاس انفاس کا مکمل طریقہ (مشق) طریقت تو حیدیہ میں قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہوا ہے۔ یہ ایک مکمل طور پر اللہ کے لئے خالص ذکر ہے جس میں کسی قسم کی ریا کاری یا بناوٹ کا ذرہ بھی شامل نہیں ہوسکتا یہ ایک ایسا خفیہ ذکر ہے جس میں انسان کے کراماً کاتبین فرشتے بھی اس سے لاعلم رہتے ہیں ہر وقت اٹھتے بیٹھتے ہوئے سوتے ہوئے یہ ذکر جاری رہتا ہے ۔ پاس انفاس سے ہی روحانی ترقی ہر وقت جاری رہتی ہے ہر طرح سے شیطانی وساوس ختم ہو جاتے ہیں قرآن مجید میں ہے

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

اس آیت کریمہ سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کامیابی اور کامرانی کا دارو مدار اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت سے ہے ۔پاس انفاس سے جب قلب میں اللہ تعالیٰ کی یاد

قائم ہو جائے تو ہر سانس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہتا ہے جس سے کثرت ذکر اللہ ہو جاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں مسلسل پاس انفاس کی مشق اور اس میں کامیابی سے دنیا اور آخرت کی کامیابی نصیب ہو جاتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز ایک بندہ خدا کو پیش کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے کہ اس کے سارے نیک اعمال لے آؤ اس کے اعمال لائے جائیں گے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ابھی اس کے کچھ ایسے نیک اعمال باقی ہیں جو یہاں نظر نہیں آرہے فرشتے کہیں گے اے اللہ ہم ہر وقت ساتھ ہوتے تھے جو یہ اعمال کرتا ہے ہم نے سارے محفوظ کر رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے نہیں کچھ اعمال ابھی بھی باقی ہیں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے ساتھ کچھ اعمال اور کچھ نیکیاں ظاہر کر دیں گے فرشتے کہیں گے اے اللہ یہ کون سے اعمال ہیں جن کا ہمیں پتہ نہیں چلا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ بندہ دل میں مجھے یاد کرتا تھا اور آپ کو اس کی یاد کا ادراک نہیں ہوتا تھا۔ فرشتے عرض کریں گے کہ اچھا اب ہمیں اندازہ ہو گیا ہے کہ دنیا میں اس بندہ سے ایک خاص قسم کی خوشبو آیا کرتی تھی۔ اب پتہ چلا کہ یہ خوشبو آپ کی یاد کی ہوا کرتی تھی اللہ تعالیٰ ہمیں پاس انفاس جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سید محمد عبداللہ بخاری

مدیر فلاحِ آدمیت

پیامِ قرآن

وَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِن دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ۔ (سورۃ الزمر ۳۹۔آیت ۴۵)

جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل کڑھنے لگتے ہیں اور جب اس کے سوا دوسروں کا ذکر ہوتا ہے تو یکا یک وہ خوشی سے کھل اُٹھتے ہیں۔

وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ۔ (سورۃ الزخرف ۴۳۔آیت ۳۶)

جو شخص رحمٰن کے ذکر سے تغافل برتا ہے، ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں اور وہ اس کا رفیق بن جاتا ہے۔

فَأَعْرِضْ عَن مَّن تَوَلَّىٰ عَن ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا۔ ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُم مِّنَ الْعِلْمِ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَىٰ۔ (سورۃ النجم ۵۳۔آیات ۳۰-۲۹)

پس اے نبی ﷺ، جو شخص ہمارے ذکر سے منہ پھیرتا ہے، اور دنیا کی زندگی کے سوا جسے کچھ مطلوب نہیں ہے اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ ان لوگوں کا مبلغ علم بس یہی کچھ ہے، یہ بات تیرا رب ہی زیادہ جانتا ہے کہ اس کے راستے سے کون بھٹک گیا ہے اور کون سیدھے راستے پر ہے۔

أَأُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِن بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ۔ (سورۃ القمر ۵۴۔آیت ۲۵)

کیا ہمارے درمیان بس یہی ایک شخص تھا جس پر خدا کا ذکر نازل کیا گیا؟ بلکہ یہ پرلے درجے کا جھوٹا اور برخود غلط ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سات طرح کے آدمی ہوں گے جن کو خدا اس دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اول انصاف کرنے والا بادشاہ، دوسرے وہ نوجوان جو اپنے رب کی عبادت میں جوانی کی امنگ سے مصروف رہا، تیسرا ایسا شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا ہے، چوتھے دو ایسے شخص جو اللہ کے لئے باہم محبت رکھتے ہیں اور ان کے ملنے اور جدا ہونے کی بنیاد یہی للہی محبت ہے، پانچواں وہ شخص جسے کسی باعزت اور حسین عورت نے (برے ارادہ سے) بلایا لیکن اس نے کہہ دیا کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں، چھٹا وہ شخص جس نے صدقہ کیا مگر اتنے پوشیدہ طور پر کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ ساتواں وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور (بے ساختہ) آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

(کتاب الاذان، صحیح بخاری)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ صفیں سیدھی کرلو۔ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھ رہا ہوں۔

(کتاب الاذان، صحیح بخاری)

حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ نماز کے لئے تکبیر کہی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا منہ ہماری طرف کیا اور فرمایا کہ اپنی صفیں برابر کرلو اور مل کر کھڑے ہو جاؤ۔ میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں۔

(کتاب الاذان، صحیح بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کیا تم سمجھتے ہو کہ میرا منہ ادھر (قبلہ کی طرف) ہے۔ خدا کی قسم تمہارا رکوع اور تمہارا خشوع مجھ سے کچھ چھپا ہوا نہیں ہے، میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں۔

(کتاب الاذان، صحیح بخاری)

شاعرانہ کلام

قاری محمد ممتاز شامی

خدا کو راضی کروں کام ایسا کر جاؤں
خدا کو راضی کروں کام ایسا کر جاؤں
روئے کوئی تو کروں صبر و رضا کی تلقین اور دلاؤں اسے رب کی رضا کا میں یقین
میں غریبوں سے یتیموں سے وفا کر جاؤں
خدا کو راضی کروں کام ایسا کر جاؤں
کوئی لاچار ،کمائی کا ذریعہ بھی نہیں ایسے بھی ہیں جن کے پاس ایک دیا بھی نہیں
ایسے لوگوں کو عطا کر کے بھلا کر جاؤں
خدا کو راضی کروں کام ایسا کر جاؤں
میں ذکر و فکر میں ہر لحہ ، ہر آن رہوں کریم آقا پہ ہر وقت میں درود پڑھوں
میں کر لوں توبہ اگر کوئی گناہ کر جاؤں
خدا کو راضی کروں کام ایسا کر جاؤں
کروں مدد میں جو لوگ ہوں کی صدائیں کریں وہ قلب وجان سے ،خلوص سے دعائیں کریں
میں ان کی زندگی میں ایسا مزہ کر جاؤ ں
خدا کو راضی کروں کام ایسا کر جاؤں
کرم خدا کا ہم سب پہ ہر آن رہے نبی کریم کی رحمت کا فیض عام رہے
میں جھوم جھوم کے شامی یہ دعا کر جاؤں
خدا کو راضی کروں کام ایسا کر جاؤں

ندائے عارف

(فرمودات شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی مدظلہٗ)

ماجد محمود توحیدی

☆ قبض کی کیفیت پر کیسے غلبہ پایا جائے ،اس موضوع پر بات چلی تو فرمایا:

کوئی ایسی کتاب جس کا موضوع تصوف ہو اس کا مطالعہ کریں، یا کوئی قوالیاں وغیرہ سنیں، Recorded قوالیاں آپ کے پاس ہوں گی ،وہ سنا کریں ۔خود شعر وشاعری کیا کریں ،آپ تو اب خود بھی شعر وشاعری کر سکتے ہیں ،ہم سے بات کر لیا کریں ۔اس کیفیت میں بھی پیش قدمی ہوتی ہے ۔اللہ تعالیٰ جس کو دے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہی مژدہ سنایا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ کا آئندہ وقت پچھلے وقت سے بہت بہتر ہوگا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ چھوڑا ہے نہ میں پیچھے ہٹا ہوں ۔

بالکل حوصلے میں رہیں ۔اگلا وقت پچھلے وقت سے بہت اچھا ہوگا۔قبض میں آدمی تنگ بہت ہوتا ہے لیکن اس امید پر جو اللہ نے دے دی ہے اس پر وقت گزرنا ہے ۔اچھا گزر جاتا ہے ۔

بس یہی ہے کہ برداشت ہو جاتا ہے ۔آدمی تھوڑی بہت تنگی محسوس کرتا ہے تو وہ کوئی کتاب ملے تو کتاب پڑھ لیا کریں ،کوئی شاعری پڑھیں ،کوئی قوالیاں سنیں ،بس اپنے یار دوست سے ملاقات کریں ، ٹیلی فون کریں ،ان باتوں میں تھوڑا تھوڑا وقت گزرتا جائے گا تو پتا ہی نہیں چلے گا، چاہے جتنا وقت مرضی ہو، اگر یہ وقت لمبا ہو گیا تو آہستہ آہستہ Routine بن جائے گی ۔اللہ خیر کرتا ہے، کچھ بھی مسئلہ نہیں ہے، یہ معمولی باتیں ہیں ۔اللہ خیر کرے۔

☆ آپ جتنا مرضی باقاعدہ ہوں، کبھی نہ کبھی انسان کی طبعیت مضمحل ہو ہی جاتی ہے ۔اس میں مایوسی کی یا فکر کی کوئی بات نہیں ہے ۔آج ایسا ہوا ہے تو کل ان شاء اللہ نہیں ہوگا، کل ٹھیک ہو جائے گا۔

یہ اتنا آپ کو محسوس کرا اس لئے لگا کہ آپ کیونکہ انہی اوقات میں سارے مشاغل کرتے ہیں اس لئے آپ کو زیادہ محسوس ہوا ورنہ ہم جیسوں کو تو پتا ہی نہیں چلتا کہ کل ہم نے اس وقت کیا کیا تھا اور آج ہم نے کیا کرنا ہے۔ اس لئے اللہ آپ کو صحت دے، ہمت دے، اس کو اتنا Serious مت لیا کریں لیکن Serious لینا اچھا بھی ہے تا کہ ذہن کے کسی گوشے میں غفلت کا اگر کوئی ایسا احساس ہو تو وہ بھی جاتا رہے۔ یہ اچھی بات ہے۔ اسے Continue رکھیں، اللہ خیر کرے گا۔

☆ خیالات اپنے اونچے رکھو۔ شروع نیچے سے ہو، اپنا کام شروع کرو لیکن اپنا Aim بہت اونچا رکھو۔ اس سے پیچھے ہٹنے کی کوشش مت کرو۔ اپنے اس Aim کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ Target حاصل کرو۔ جب وہ حاصل ہو جائے تو اگلے پر کمند ڈالو۔ پیچھے نہیں ہٹو۔ یہ بڑی زبردست بات ہے۔ سبحان اللہ.

☆ ہمارا کوئی بھی کام Disciplined نہیں ہے۔ ہم اگر ملک چھوڑ رہے ہیں تو وہ بھی بے ڈھنگے طریقے سے چھوڑ رہے ہیں۔ سارا قصور ہمارا اپنا ہے۔ ہم اللہ میاں سے قطعاً گلہ کرنے کے حق دار نہیں ہیں۔ اللہ میاں نے دوٹوک فیصلہ دیا ہوا ہے، بہت پہلے دیا ہوا ہے، شروع سے دیا ہوا ہے کہ جیسے رعیت ہوگی میں ویسے ہی ان کے اوپر بادشاہ مسلط کروں گا۔ ہم اگر اپنے کردار دیکھیں، اپنے کام دیکھیں تو ہم ان سے برائیوں میں کہیں آگے ہیں۔ اللہ میاں اپنا قانون تو نہیں بدلتا۔ اس نے جو قانون بنایا ہے اس پر چل رہا ہے۔ اگر تم اپنی اصلاح چاہتے ہو تو اپنی اصلاح کرو تا کہ ملک کی بھی اصلاح ہو اور آپ کو حاکم بھی اچھے ملیں۔ ایک عام آدمی سے لے کے آپ آزمالیں اس کا کردار آپ کے حاکم سے زیادہ خراب ہوگا۔ وہ بد دیانت زیادہ ہوگا۔ اگر چہ اس کی نوعیت مختلف ہوگی۔ اس کے سو پچاس روپے ہوں گے، اگر حاکم وقت پچاس کھرب کھا رہا ہے تو اس میں اور اس میں فرق کوئی بھی نہیں ہوگا۔ ہم خود خراب ہیں۔ ہمیں اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔

ہم کام کو کام نہیں سمجھتے، ہم اپنا کام اپنی مرضی کے مطابق اپنے پیٹ کے لئے کرتے ہیں اور

ہمیں حاکم بھی ویسے ملے ہوئے ہیں، اپنا پیٹ پالتے ہیں۔ یہ سوچ بدلنے کی بات ہے۔ ہمیں اپنی سوچ بدلنی چاہیئے۔ ہم نے بہت وقت ضائع کر دیا۔ ستر اسی سال ضائع ہو گئے۔ اگر چہ قوموں کی زندگی میں یہ ستر اسی سال کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ امریکہ جیسی جگہ پر دوسو سال خانہ جنگی ہوتی رہی اور آج وہ سپر پاور بنا بیٹھا ہے۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ ہمیں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ مایوس ہمیں نہیں ہونا چاہیئے لیکن ہمیں اپنی اصلاح کا خیال ابھی سے شروع کر دینا چاہیئے، پھر بھی اس میں کوئی دس پندرہ بیس سال لگیں گے اس کے بعد کہیں ہم انسان بن گئے تو بن جائیں گے یا پھر تباہ ہو جائیں گے۔ اس میں پریشانی والی بات ہے اور نہ تنگ ہونے والی۔ لیکن یہ خیال ہونا چاہیئے کہ ہم نے بہت وقت ضائع کر دیا، ہم دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ ہمارے اندر دشمن آ کے ہماری زبانی اپنی حکومت چلا رہے ہیں، اس کا اندازہ کریں، ہماری کیا شان ہے، ہماری کیا عزت ہے۔ دوسرے لوگ آ کر ہم پر حکم چلا رہے ہیں اور اپنی مرضی سے کام کروا رہے ہیں، ہمیں اب تو خیال آ جانا چاہیئے۔ سب بھائی اللہ تعالیٰ سے ملک کے لئے دعا کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کی حفاظت فرمائے۔ یہ بڑی مشکلوں سے حاصل کیا گیا آزادی کے لئے ملک تھا جو ہم نے برباد کر دیا۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ ہماری دستگیری فرمائے اور اس ملک کا کچھ بن جائے۔

جو کام قرآن نے کہا ہے ہم اس کے مخالف ہی چل رہے ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ جو لوگ میرے کہنے کے علاوہ کسی اور کے کہنے کے مطابق فیصلہ کریں گے وہ ظالم ہیں، پھر دوسری جگہ کہتا ہے کہ وہ کافر ہیں، پھر تیسری جگہ کہتا ہے وہ فاسق ہیں۔ اب تینوں صفتیں ہمیں ان لوگوں میں شامل کرنے کے لئے دی گئی ہیں جو اللہ کے احکامات کو چھوڑ کر دوسروں کے طریقے پر فیصلہ کریں۔ ہمارا کون سا کام اللہ کے فیصلہ کے مطابق ہو رہا ہے؟ اس لئے قرآن کی رو سے ہم ظالم بھی ہیں، ہم فاسق بھی ہیں، ہم کافر بھی ہیں۔ ہم میں کوئی ایسی اچھائی نہیں ہے۔

میں نے یہی عرض کی کہ اب ہمیں سمجھ جانا چاہیئے۔ ہم نے اپنا بہت وقت ضائع کر دیا ہے۔ ہمیں یہ بنی بنائی جگہ ملی تھی، یہ ہماری Independent جگہ تھی، اس کو ہم نہیں سنبھال سکے تو اب ہم اور کیا کریں گے۔ اللہ ہماری حالت پر اپنا رحم فرمائے۔ اللہ ہم پر کرم فرمائے۔

☆ باباجیؒ نے کہا تھا کہ آج کل دنیا میں ننانوے فیصد لوگ خفیہ یا سکری تصوف سکھا رہے ہیں اور

کچھ نہیں سکھا رہے۔ خفیہ تصوف میں یہ ہوتا ہے کہ آدمی اتنا جذب حاصل کر لیتا ہے کہ اسی میں ڈوبے ہوئے رہتا ہے۔ نہ اسے دنیا کا پتا ہوتا ہے، نہ تعلیم کا نہ اپنی صفائی ستھرائی کا اور نہ تصوف کے جو پاکیزہ خیالات ہیں ان کا۔ بس وہ صرف مست رہتے ہیں اور اسی میں اپنا وقت گزارتے ہیں۔

باباجیؒ نے بتایا تھا کہ امت محمد یہ ﷺ کے سب سے پہلے مجذوب حضرت علیؓ تھے اور یہ مسلمہ بات ہے کہ آپؓ نے کبھی ایک وقت کی نماز بھی قضا نہیں کی۔ آج کل جو خفیہ تصوف ہوتا ہے اس یہ خفیہ تصوف والے نمازوں وغیرہ کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ وہ یہی کہتے ہیں کہ نمازیں تو دل کی ہوتی ہیں، ہم دل کی نماز پڑھ رہے ہیں اور چپ کر کے بیٹھ رہتے ہیں۔ نہ انہیں اسلامی شرعی احکامات کا پتا ہوگا نہ ان پر عمل کرنے کا پتا ہوتا ہے۔

جبکہ صحوی تصوف جو ہے اس میں انسان ان ساری باتوں کو Enjoy کرتے ہوئے بھی باہوش رہتا ہے اور اپنے تصوف کے اللہ تک پہنچنے کے جو خیالات ہوتے ہیں اوراد، ان سب پر بھی عمل کرتا ہے اور دنیا کے ہر کام میں پورا حصہ لیتا ہے اور پورا معاشرہ ان کی تعلیم سے جاگ جاتا ہے۔

دوسرے معنوں میں یہ صحوی تصوف جو ہے یہ بیدار تصوف ہے۔ یہ انسان کو سونے نہیں دیتا۔ جبکہ سکری تصوف آدمی کو سلائے رکھتا ہے۔ یہ انسانیت کی افیم ہے۔ کھالیا تو بس چپ کر کے سو جاؤ، اسے کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے، میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے، میں آسانی سے اپنی پیار والی زندگی بسر کر رہا ہوں یا محض اپنے جذبات کو سلا کر اپنی تسلی کر رہا ہوں۔ اس لئے ہمیں اجازت نہیں ہے۔ ہمیں حکم ہے کہ آپ لوگ ہوش میں رہ کے، پورے شرعی طریقے سے شرعی احکام پہ عمل کرتے ہوئے، تصوف پر عمل کریں اور اپنے فرائض منصبی کو کسی صورت میں کمزوری سے مت سرانجام دیں۔ پورے ذوق وشوق سے فرائض منصبی پورے کریں اور اپنے بچوں کو یہ سستی کی تعلیم مت دیں۔ آپ کے بچے آپ کو دیکھیں گے کہ ہمارے ماں باپ کیسے وقت گزار رہے ہیں تو وہ بھی ایسے کریں گے۔ اس طرح آپ کا معاشرہ ہی سارا سو جائے گا۔ لہٰذا ہم تو حیدی ایسا نہ کریں۔ جاگتے رہیں۔ جاگتے ہوئے تعلیم پر عمل کریں اور جاگتے ہوئے کامیابیاں حاصل کریں۔

اگر کوئی سکری تصوف کا پیروکار ہے اور اس کے بچے دو تین ہیں تو وہ سارے اس کی طرح کے ہو جائیں گے۔ اس طرح اگر ہر جگہ ایک ایک یا دو دو ایسے بزرگ ہوں اور سو پچاس گھر ہو جائیں تو یہ تعداد چار

پانچ سو تک پہنچ جائے گی ۔اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ خود آپ لوگ ہوشیار رہیں ۔اسے زندہ تصوف کہتے ہیں۔ بیدار تصوف کہتے ہیں ۔اس پر عمل کریں اور یہ انصاری صاحبؒ نے ہی ہمیں سکھایا ہے اور آج تک کسی نے نہیں سکھایا۔

بدقسمتی بھی یہ ہے کہ ہم لوگ ہیں بھی اس لئے سکری تصوف والے کہ ہمارے سارے بزرگوں نے بھی ہمیں سکھایا یہی ہے ۔ورنہ ایسا نہ ہوتا ۔ جتنے بھی تصوف کے سلسلوں کے بانی بزرگ تھے وہ سب بھی ایسے ہی تھے، انہوں نے بھی یہی کچھ سکھایا ہے ۔انصاری صاحبؒ کہا کرتے تھے کہ ہمیں ایسے فقیروں کی ضرورت نہیں ہے جو بیٹھے بٹھائے قوم کو مفلوج کر کے چھوڑ دیں ۔سارے لوگ ان کے پاس آئیں اور اللہ کو بھول جائیں ۔ہمیں ایسے بزرگوں کی ضرورت نہیں ہے ۔ہم اللہ کے فضل سے جو کام کریں گے وہ اللہ کی دی ہوئی تعلیم کے مطابق کریں گے اور یہ جو دوسرے سکری تصوف والے ہیں ہم ان کی طرف نہیں جائیں گے۔

اب تک جو تصوف سکھایا جاتا رہا اس نے بہت نقصان پہنچایا ہے ۔فائدہ کم پہنچایا ہے، نقصان زیادہ پہنچایا ہے ۔دو طرح کا نقصان پہنچایا ہے ۔ایک تو لوگوں کو بیکار کر دیا ہے ۔کام کاج سے نکالا ۔اور دوسرا اللہ سے بھی دور کر دیا۔خود اپنے آپ کو پجوانا شروع کر دیا ۔اپنی عبادت کرانی شروع کر دی۔کسی کو کہا کہ جاؤ تو یہ سرمہ لگا لو تمہاری آنکھیں ٹھیک ہو جائیں گی، کسی کو کہا تم یہ کرو تمہارا بچہ ہو جائے گا، بچی ہو جائے گی، یہ ہو جائے گا ۔وہ اس طرح سے اللہ سے دور ہو گئے اور جو کما کے کھانے والی بات تھی، وہ اللہ پر توکل کر کے بیٹھ گئے۔

خود مانگنا شروع کر دیا کہ میں بیٹھا ہوں، کوئی کہیں سے آ جائے گا تو میں کھا لوں گا نہیں تو میں بھوکا رہوں گا ۔یہ رہبانیت ہے ۔اس کی اسلام اجازت ہی نہیں دیتا ۔یہ آپ نے صحیح کہا کہ تصوف نے فائدہ کم اور نقصان زیادہ دیا ہے ۔مسلمان قوم کے ذہن میں ایک بات جب آ گئی، چاہے وہ اچھی ہے، بری ہے، واپس نہیں نکلتی ۔وہ جم جاتی ہے ۔آج ہم اسی کا شکار ہیں ۔عرصے سے اسی بات کا شکار ہیں اور ابھی تک ہیں بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے اس لئے سب سے پہلے اسی پر ضرب لگائی ہے کہ تم لوگ نکمے نہیں رہو ۔کام کچھ نہ کچھ کیا کرو ۔نکمے مت رہنا۔

پہلے خطبے میں ہی صحوی و سکری تصوف شروع کیا اور دوسرے خطبے میں اس کی تشریح اچھی طرح سمجھا دی کہ یہ ہے، یہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں ۔یہ دوسرا شعبہ میرا نہیں ہے۔ صاف صاف لکھ دیا ہے۔

میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں اور آپ نے اس پر عمل کرنا ہے۔دوسرا خطبہ پڑھیں آپ کو سمجھ آ جائے گی کہ بابا جی نے کیا لکھا ہے اور وہ کیا چاہتے تھے۔

ہمیں سونے کی اجازت قطعاً نہیں ہے۔ہم نے اگر گھر پر کام کرنا ہے تو جاگتے ہوئے کرنا ہے، ذوق اور شوق سے کرنا ہے، کام کو اپنے لئے بوجھ نہیں سمجھنا۔آپ نے تعمیر ملت پڑھی ہو گی اس میں لکھا ہے یہ جو آدمی اپنی ملازمت پر کام کے بارے میں کہتا ہے It is a headache for me، وہ ایسا بے شرم آدمی ہوتا ہے کہ ایک تو نوکری کر رہا ہوتا ہے، اس نوکری سے پیسے کما رہا ہوتا ہے اور خود کہہ رہا ہے کہ یہ میرے لئے سر درد ہے۔اسے شرم نہیں آتی کہ Headache ہے تو تم گھر بیٹھو، یہاں کیا لینے آئے ہو Headache تو تب ہوتی ہے اگر آپ کو کسی نے مجبور کیا ہے۔تم اپنی کمائی کرنے کے لئے نوکری کر رہے ہو تو Headache کہاں سے ہو گئی۔

ہمیں باباجیؒ نے اس سوچ سے سختی سے منع کیا ہے کہ جو کام کرو ایسا کرو کہ لوگ کہیں کہ یہ پاگل ہے باقی لوگ جو آپ کے ساتھ کام کر رہے ہوں وہ حیران ہوں کہ یہ جن ہے یا کیا ہے، کسی وقت نہ بیٹھتا ہے، نہ آرام کرتا ہے، کام کرتا ہے اور نہ تھکتا ہے۔اپنا ایسا Impression بناؤ جہاں بھی جو جو کام کر رہے ہو اور ہمارے بھائی ایسے ہی کرتے ہیں۔اللہ کے فضل سے وہ خود اپنے لئے کام Provide کرتے ہیں، کام پیدا کرتے ہیں کہ ایک کام ختم ہوا ہے تو اگلا کام اب کیا ہو۔آفس میں، فیکٹری میں، یا کہیں بھی جو آدمی کوئی کام کر رہا ہے اسے پتا ہوتا ہے کہ یہاں کیا کیا کام ہیں تو وہ کسی کے کہنے کے انتظار میں نہیں رہتا، خود اپنے لئے کام تلاش کرتا ہے اور کرتا ہے۔دوسرے لوگ اسے دیکھ کر مذاق کرتے ہیں کہ یہ پاگل ہے، بیوقوف ہے۔

لوگ جو مرضی کہیں لیکن ہمیں یہی حکم ہے کہ دوسرے لوگ تمہیں پاگل سمجھیں، کچھ سمجھیں، ان کے سامنے اپنی مثال دیتے جاؤ کہ یہ کام ہم نے کرنا ہے، یہ ہمارا کام ہے، ہمارا قومی فریضہ ہے۔ہم اس کام کو کریں گے، تم جو مرضی ہے سمجھو۔میرا کہنا مانو، میرے طریقے پر چلو یا اپنی مرضی کرو لیکن اکثر و بیشتر ایسا ہی ہوتا ہے اللہ کے فضل سے کہ کوئی ایک دو آدمی تو اس سے متاثر ہو ہی جاتے ہیں۔ہمیں یہی حکم ہے۔

اللہ اللہ کرو تو بھی شوق سے کرو۔خوب۔نماز پڑھو اور ذکر کرو تو خوب شوق سے کرو کہ اس وقت میرا موڈ صرف ذکر کرنے کا ہے۔جب اپنا کام کرو گھر پر، دفتر میں، کسی فیکٹری میں یا جہاں بھی کام کرو تو

یہ خیال کرو کہ اس وقت میرا بس یہی کام ہے۔ اسے بھی پورے ذوق وشوق سے کرو۔ یہی بیدار تصوف ہے اللہ اللہ ساتھ ہوتا رہے۔ اس کی تعلیم آپ کو دی ہوئی ہے۔ اس کے مطابق جیسا آپ کو بتایا ہے کہ اپنا فالتو وقت جو بالکل فالتو اور بیکار ہے یہ وقت اللہ کی یاد کو دینا شروع کر لیا اور اسے Miss نہ کیا کہ اب تو ٹائم میرے پاس تھا میں نے اللہ اللہ نہیں کی۔ یہ نہیں ہونا چاہئے۔ جب میرے پاس ٹائم ہے تو اللہ کی یاد نہ ہو۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو مہینے دو مہینے نہیں لگیں گے کہ ایسا ہو جائے گا کہ آپ جو مرضی ہے کریں، دماغی کام چاہے کیوں نہ ہو، آپ کا دل اللہ کی یاد میں مست ہو گا اور آپ کو یہ احساس ہو گا کہ میرا دل اللہ اللہ کر رہا ہے۔ یہ نہیں کہ سوئے ہوئے، جاگتے ہوئے آپ کو ہر وقت پتا ہو گا کہ میرا دل اللہ اللہ کر رہا ہے۔

یہ اسی صورت میں ہو گا کہ جب اپنا بے کار وقت جو آپ کے لئے بیکار ہے وہ اللہ کی یاد کو دینے میں کوتاہی نہ کریں۔ جونہی آپ کے پاس بے کار وقت ہو، کوئی کام نہیں ہے تو وہ وقت اللہ کی یاد کو دے دو بس اس سے آپ کی زندگی بن جائے گی اور آپ کی دنیا مصروف ہو جائے گی، پھر آپ خفیہ تصوف کا سوچیں گے بھی نہیں کہ خفیہ تصوف کیا ہوتا ہے۔

صحوی تصوف والا نماز پڑھتا ہے تو اس کو جو لطف آتا ہے اس کا ہزاروں حصہ بھی اسے نہیں ملتا جو منہ سر لپیٹ کے سویا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میں اللہ اللہ کر رہا ہوں۔ اُسے پتا ہی نہیں ہے کہ اللہ اللہ کرنا کیا ہوتا ہے۔ یہ نماز میں کھڑا ہو کر اللہ کو اپنے سامنے پاتا ہے، آپ اس لطف کا اور اُس کا اندازہ لگا لیں۔ یہ صحوی تصوف ہے اور وہ سکری تصوف ہے۔

(آن لائن محفل مورخہ ۲۷ اگست ۲۰۲۳ء کی گفتگو سے اقتباسات)

☆ ہمارے سلسلہ میں یہ فرمایا ہوا ہے کہ جن آدمیوں کو بیعت کروانہیں تعلیم کا صحیح پتا ہونا چاہئے اور انہوں نے پچھلے سات مہینے تعلیم پر عمل کیا ہو۔ آرڈر تو یہ ہیں اور ہونا بھی یہی چاہئے۔

☆ باباجیؒ نے لکھا ہوا ہے کہ آپ کی روحانی ترقی بغیر اپنے انفرادی ذکر کے نہیں ہوگی۔ یہ جو حلقہ ذکر ہے اس سے روحانی ترقی بالکل مراد نہیں ہے۔ یہ صرف آپ کے آپس میں Introduction اور ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت کے لئے مقرر کیا ہے۔ اس لئے یہاں زیادہ ذکر کیا بھی مت کریں۔

آپس میں خوب گپ شپ لگایا کریں، بابا جی کے یہ الفاظ ہیں۔ آپس میں خوب گپ شپ لگایا کریں، ایک دوسرے کے حالات سے واقف ہوں تا کہ تمہیں آپس میں رابطہ کرنے میں آسانی ہو۔

☆ صرف Study سے تو کچھ نہیں ہوتا۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں بابا جیؒ نے طریقت تو حیدیہ میں بڑے شروع میں لکھ دی ہیں۔ اخلاق کے متعلق آپ نے دوٹوک فرمایا ہے کہ اگر روحانی ترقی ہو بھی گئی کسی کی اور اخلاق اس کے پاکیزہ نہیں ہیں تو وہ ولی الشیطان تو بن سکتا ہے، ولی الرحمان نہیں بن سکتا۔ یہ دوٹوک الفاظ بابا جی نے لکھے ہیں۔ یہ تو بہت ضروری چیز ہے۔ ہمیں عبادات کے ساتھ اپنے اخلاق پر لازمی توجہ رکھنی چاہئے۔ اس میں بعض دفعہ جو ہمیں معمولی بات لگتی ہے، وہی بہت بڑی بات ہوتی ہے۔ ہمیں کسی چیز کو معمولی سمجھنا ہی نہیں چاہئے۔ ہمارے لئے تو ہر چھوٹی سی بات بھی بہت بڑی بات ہے۔ اگر سمجھیں۔ آپ لوگ عام آدمی تو نہیں ہیں اللہ کے فضل سے۔ آپ لوگوں نے اتنا بڑا دعویٰ جو کیا ہوا ہے، اس دعوے کا تقاضا یہی ہے کہ آپ ویسے اخلاق بھی پیدا کریں۔

دین اسلام مکمل اس وقت ہوا جب اعلان ہوا کہ آپ ﷺ بے شک اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں۔ قرآن میں یہ اعلان ہوا نبی اکرم ﷺ کا کہ آپ اس وقت اعلیٰ اخلاق پر فائز ہیں۔ اس کے بعد **الیوم اکملت لکم دینکم** آیت نازل ہوئی۔ اس کے بغیر تو ہم مسلمان ہی نہیں بن سکتے جب تک کہ ہمارا اخلاق مسلمانوں جیسا نہ ہو۔

بابا جیؒ کی تعلیم اگر آپ پڑھیں تو اس میں سب سے زیادہ زور ہے ہی اس پر۔ اگر آپ پڑھیں تو آپ کو پتا چلے گا کہ سارا زور اسی پر ہے۔ غصہ، نفرت سب سے پہلے ہمیں چھوڑنے کا کہا ہوا ہے تو اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ اگر ہم غصہ، نفرت چھوڑیں اور محبت و صداقت اپنا لیں تو ہمارے اخلاق کی بنیادی ضرورت جو ہے وہ Ninty percent اللہ کے فضل سے مکمل ہو جاتی ہے لیکن اس پر پورے کنٹرول اور پورے طریقے سے اگر ہم عمل کریں۔ اس لئے میرے بھائی یہ تو ضروری ہے۔ ان ساری باتوں کو اگر ہم [Minor] سمجھیں اور چھوٹا سمجھیں تو یہ ہماری بھول ہوگی۔ اللہ ہمیں ہدایت دے۔ آمین۔

☆ اللہ کی ہر وقت یاد بہت بڑی بات ہے۔ اس میں آگے بڑھتے جاؤ۔ یہی ایک طریقہ ہے

جس سے ہماری مشکلات آسان ہوتی ہیں اور تفکرات سے جان چھوٹتی ہے۔اگر ہم اللہ اللہ کریں تو ہمیں پھر کسی قسم کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔مجھے تو کم از کم یہی تجربہ ہے۔الحمد للہ۔آدمی بےفکر ہو جاتا ہے۔ بس اللہ جو کرتا ہے اسی پر راضی ہو جاتا ہے۔اور کوئی جھگڑا فسا نہیں رہتا۔اللہ کا بڑا کرم ہے۔یہی اپنا اصول اپنائیں اور اللہ کی رضا پر راضی رہنے کی کوشش کریں۔

بنیادی آپ لوگوں کو سب سے پہلے سبق جو دیا ہوا ہے وہ غصہ اور نفرت چھوڑنا ہے۔اس کو بالکل چھوڑ دیں۔اس سے آپ کے اخلاق سدھرنا شروع ہو جائیں گے اور آپ لوگ اپنی ہر غلطی کو نوٹ کرنا شروع کرلیں گے۔اگر غصہ انسان کی عقل پر قابو پالے تو پھر وہ سوچ نہیں سکتا۔اس لئے غصہ چھوڑ دیا تو عقل آپ کے پاس رہے گی اور آپ کوئی غلط کام کرنے سے بچ جائیں گے۔محبت کو اپنا اصول بنائیں،غصہ اور نفرت سے اپنی جان چھڑائیں۔اللہ تعالیٰ آپ سب لوگوں کو ہمت اور حوصلہ دے۔

آگے کنونشن آرہا ہے اس کی تیاری بھی کر کے آئیں۔اپنے طور پر کتابوں کی سٹڈی کرلیں تاکہ تعلیم کی باتیں آپ کے ذہن میں تازہ رہیں۔یہاں جب آکے بھائیوں سے ملیں تو کچھ سیکھیں اور کچھ سکھائیں۔یہ جو کنونشن ہوتا ہے اس میں اصل فائدہ یہی ہوتا ہے کہ ہم اپنے اچھے بھائیوں کو دیکھ کے ویسا اچھا بننے کی کوشش کرتے ہیں اور کسی بھائی میں کوئی خامی ہے تو اسے پیار سے بتادیتے ہیں کہ یہ کام اگر ایسا ہوتا تو پھر کیسا ہوتا۔اس طریقے سے اس کو بھی بتادیتے ہیں یہ بڑا اٹریننگ کا موقع ہوتا ہے۔اگر آپ اس غرض سے آگئے کہ ہم کچھ سیکھنے جارہے ہیں تو ان شاءاللہ بہت کچھ سیکھ کے جاؤ گے۔یہ بڑا اچھا موقع باباجی نے ہمیں مہیا کیا ہے تو اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنا۔اللہ سب کو جزا دے۔

☆ میں نے پہلے کہہ دیا ہے کہ میرا اصول اب تک یہی تھا کہ باباجیؒ نے یہی کہا ہے کہ جب تک آدمی چل نہ پڑے بیعت مت کرو۔اس میں روحانی آثار آجائیں،غصہ ونفرت کنٹرول ہو جائے،شریعت کا پابند ہو جائے تو پھر اسے بیعت کرو۔میرا طریقہ یہی تھا، میں نے کہا کہ میں اس سے پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ یہ باباجیؒ کا اصول ہے یہ میں تو نہیں چھوڑ سکتا۔لیکن مجھے (چند بھائیوں کا نام لیا کہ)انہوں نے کہا کہ آج کل وہ وقت نہیں ہے، بقول ڈار صاحب کے اگر یہ نماز پڑھنا بھی شروع کر دیں تو یہ بہت بڑی بات ہوگی، آپ انہیں بیعت کرلیا کریں۔اس دفعہ وہ کہہ رہے تھے کہ ہم ایسے آدمی لا رہے ہیں، آپ ان کو بیعت

کریں، ہم ان کے ساتھ چلتے رہیں گےتو ان شاءاللہ وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔دیکھیں اب آپ لوگ سب مل جل کے مجھےاس اصول سے ہٹا رہے ہیں۔میں تو مان لوں گا۔میں اور کیا کروں مگر اصول تو یہی ہے جومیں نے بتایا ہےاور ایسے ہی ہونا چاہئے۔

☆ نئےلوگ جو ہیں انہیں ہمارے سلسلہ کی تعلیمات پڑھنے سے اتنا سمجھ نہیں آتیں جتنا عمل کرنے سے سمجھ آتی ہیں۔بھائیوں سے عمل کرائیں تو انہیں بات سمجھ آتی جائے گی ،اس میں ٹائم کی پابندی نہیں ہے۔عمل کرنے والا کوئی آدمی جلدی سمجھ جاتا ہے،کوئی دیر سے سمجھتا ہے۔بہر حال آگے بھی چل کے ایسا ہی ہوتا ہے،کوئی جلدی ترقی کر جاتا ہے،کوئی نہیں کرتا۔لیکن جو آدمی Attach رہتے ہیں،پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ، چپکے رہیں، چپکے رہیں تو ضرور پاتے ہیں۔ایسا کبھی ہو نہیں سکتا کہ آدمی اخلاص سے پورا کسی کام میں لگا ہوا ہو اور وہ محروم رہ جائے یہ نہیں ہو سکتا۔

باباجیؒ کے دور میں کوئی چیز ،کوئی کتاب جب ہوتی تھی تو اسے لوگ باباجی کے پاس لے کے جاتے تھے کہ مجھے آٹوگراف دے دو۔باباجی کسی کو کیا لکھ دیتے تھےاور کسی کو کیا اور دستخط کر کے دے دیتے تھے میں نے جب بھی ایسا کیا تو مجھے یہی مصرعہ آپ نے لکھ کے دیا پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ۔ ہمیشہ یہی لکھ کے دیا اور دستخط کر دیئے۔میرے پاس پانچ چھ ایسے آٹوگراف تھے،یہی ہمیشہ لکھ کے دیتے رہے۔

یہ بات صحیح ہے، جب تک آپ لوگ دلجمعی سے،اخلاص سے اور پیار سے کسی بھی چیز پر عمل نہیں کریں گے،کسی بھی بات پر، چاہے وہ اپنی تعلیم ہو یا اور کچھ ہو اس پر عمل نہیں کریں گے تو کام بنتا نہیں ہے۔یہ یاد رکھیں۔کام اسی صورت بنتا ہےاگر آپ پرخلوص طریقے سے اپنی تعلیم پر عمل کر رہے ہیں یا دنیا کا بھی جو ٹارگٹ آپ Achieve کرنا چاہتے ہیں اس میں پورے خلوص کے ساتھ آپ اس کو حاصل کرنے کے لئے کوشش نہیں کرتے اس وقت تک آپ کامیاب نہیں ہو سکتے۔اس لئے کوئی دنیا کا کام ہو،اپنا سلوک کا مسئلہ ہو،اس میں پرخلوص ہو کے پوری دلجمعی کے ساتھ عمل کریں اللہ ضرور کامیاب کرے گاان شاء اللہ۔

(آن لائن محفل مورخہ ۳ستمبر۲۰۲۲ء کی گفتگو سے اقتباسات)

روداد سالانہ کنونشن ۲۰۲۴ء

سید رحمت اللہ شاہ

بہت زبردست کنونشن تھا۔ ہر حوالے سے بہترین رہا۔ بہت مزا آیا۔ واضح تھا کہ یہ کوئی روحانی اجتماع ہے۔ انصاری صاحبؒ کے دور کا رنگ تھا۔ بالکل ویسا رنگ تھا جو ہم انصاری صاحبؒ کے دور میں دیکھتے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ بہت کچھ خاص چل رہا ہے۔ خوشی، خود مستی اور بڑا جوش تھا۔ گزشتہ ڈیڑھ سال سے بڑا کرم نظر آ رہا ہے۔ سلسلہ کی تاریخ میں جو اجتماع بھی دیکھے ہیں ان میں یہ سب سے بڑا اجتماع تھا۔ یہ اور ایسے کئی تاثرات تھے جو سالانہ کنونشن کے دوران و مابعد برادران سلسلہ کی محافل میں سننے کو ملے۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب توحیدی نے بھی اپنے تبصرہ میں فرمایا کہ شروع سے ہی اس اجتماع میں انصاری صاحبؒ کے دور کا رنگ تھا۔ یہ ہو بہو ویسا ہی اجتماع تھا جیسا آپؒ کے دور میں ہم دیکھتے آئے ہیں۔ بلا شبہ مریدین سلسلہ کا یہ اجتماع ایک تازہ ہوا کے جھونکے کی مانند آیا اور گزر گیا تاہم اس کی یاد ہر دل و دماغ پر زبردست نقوش ثبت کر گئی۔ بلا مبالغہ گزشتہ برس کے سالانہ اجتماع کے بارے میں کہا جا رہا تھا کہ یہ اجتماع اب تک کے ہمارے سارے اجتماعات سے بڑا اجتماع ہے۔ گزشتہ برس کے سالانہ اجتماع اور اس سالانہ اجتماع کا تقابلی جائزہ اگر کیا جائے تو ہمارا یہ کنونشن گزشتہ برس کے اجتماع سے ہر لحاظ سے بہت بہتر تھا۔ شرکاء کی تعداد ہو یا ان کے لطف و سرور اور قلبی کیفیات کی بات ہو، یا کسی بھی اور حوالے سے موازنہ ہو تو الحمدللہ، ثم الحمدللہ توحیدیوں کا یہ اجتماع زبان و بیان کے تاثرات سے کہیں افضل تھا۔ اس سالانہ کنونشن کی یہ روداد تو محض ایک تحریر ہے جس کی اپنی کمزوریاں، مجبوریاں یا صحیح کہا جائے تو معذوریاں ہیں کیونکہ حقیقت حال کا احاطہ قلم سے شاید ممکن نہیں۔

ماہ اپریل میں رمضان المبارک کے پیش نظر سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے سالانہ کنونشن کا انعقاد اس سال بھی ماہ اکتوبر میں طے شدہ تھا۔شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی نے سالانہ کنونشن ۲۰۲۴ء کی تاریخ کا اعلان کیا کہ اس سال ہمارا یہ کنونشن ۲۶ـ۱۲۵ اکتوبر بروز جمعہ و ہفتہ ہوگا۔اس اعلان کے ساتھ ہی اجتماع کی تیاریاں کم وبیش دو ماہ قبل ہی شروع کردی گئیں۔شیخ سلسلہ قبلہ بابا جان محمد یعقوب صاحب توحیدی نے براہ راست تمام انتظامی امور میں سرپرستی کی۔قرب وجوار کے حلقہ جات بالخصوص گوجرانوالہ سے مریدین سلسلہ نے انتظامات میں بھرپور حصہ لیا تاہم مرکز تعمیر ملت پر جناب ماجد محمود صاحب کی اجتماع کے حوالے سے مصروفیات وخدمات سب سے زیادہ رہیں جنہیں قبلہ بابا جان نے بہترین الفاظ میں سراہا۔سالانہ کنونشن میں شرکت کے لئے مریدین سلسلہ کی آمد کا سلسلہ جمعرات شام سے ہی شروع ہوا۔نماز فجر سے پہلے تک دور دراز حلقہ جات بالخصوص چوک اعظم، فتح پور، ملتان، شجاع آباد،اور لسوڑی سے مریدین سلسلہ قافلہ در قافلہ مرکز تعمیر ملت پر پہنچ چکے تھے۔مقامی حلقہ جات سے مریدین سلسلہ اپنی سہولت کے پیش نظر مرکز پر آتے رہے۔

گزشتہ اجتماعات کی نسبت اس کنونشن میں بہت سے معاملات حیران کن حد تک قبل از وقت ہوتے رہے۔سابقہ روایات کے مطابق سالانہ کنونشن کے لئے اجتماع گاہ کی تیاری کے سارے انتظامات جمعرات کی شام تک مکمل کیے جاتے تھے۔اس مرتبہ بھی ایسا ہی ہونا تھا تاہم انتظامات کے لئے آنے والی پارٹی نے قبلہ بابا جان سے اپنی کاروباری مصروفیات کے پیش نظر یہ انتظامات بغیر کسی اضافی معاوضہ کے ایک روز قبل یعنی بدھ شام تک کرنے کی عاجزانہ اپیل کی جسے تسلیم کرلیا گیا۔اجتماع گاہ پر انتظامات بدھ شام تک مکمل تھے۔گزشتہ کئی سالوں سے مریدین سلسلہ اجتماع کے پہلے روز نماز جمعۃ المبارک سے پہلے تک مرکز تعمیر ملت پہنچتے ہیں۔دور دراز کے حلقہ جات سے آنے والے مریدین سلسلہ کی علی الصبح مرکز تعمیر ملت پر پہنچنے کی تعداد بھی قدرے کم ہوتی تھی جنہیں اندر ہی ناشتہ کرایا جاتا تھا۔اس سال صبح ناشتہ سے قبل ہی مریدین سلسلہ کی کثیر تعداد موجود تھی جنہیں اجتماع گاہ میں ہی ناشتہ کرایا گیا۔گزشتہ سال بھی طے تھا کہ نئے مریدین سلسلہ کے اظہار خیال کے لئے نماز جمعہ سے پہلے ہی ایک سیشن کیا جائے مگر وہ نہ ہوسکا تھا۔اس سال پہلی مرتبہ

بروز جمعہ نئے بھائیوں کو اظہار خیال کا موقع دیا گیا۔اسلام آباد سے جناب غلام مرتضیٰ صاحب توحیدی اور گوجرانوالہ سے جناب شفیق احمد صاحب قبلہ باباجان کے ہمراہ سٹیج پر رہے۔گزشتہ سال بیعت ہونے والے جناب بلال خان صاحب (گوجرانوالہ)، جناب محمد علی شاہ صاحب (شجاع آباد)، جناب فضیل بخاری صاحب (ملتان)، اور جناب معیز بخاری صاحب (ملتان) نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔اظہار خیال کے اس سلسلہ کے دوران جناب غلام مرتضیٰ صاحب اور جناب شفیق احمد صاحب نے توحیدیہ تعلیمات کا اعادہ کیا۔نماز جمعہ سے کچھ دیر پہلے تک جاری رہنے والے اس نئے سیشن کو سب نے بہت پسند کیا۔نماز جمعہ کے لئے اذان ہوئی، جمعہ کا خطبہ جناب حافظ عبدالکریم صاحب (ملتان) نے دیا، ڈیڑھ بجے نماز جمعہ ادا کی گئی۔نماز کے بعد شرکاء کو طعام گاہ میں کھانا پیش کیا گیا جس کے بعد آرام کا وقفہ ہوا۔

نمازعصر کے بعد نئے سیشن کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا جس کی سعادت حافظ عبدالکریم صاحب نے حاصل کی۔شرکاء نے گکھڑ سے جناب عبدالقیوم ہاشمی صاحب کے ساتھ مل کر بلند آواز سے درود شریف پڑھا۔ملتان سے جناب محمد کاشف صاحب نے ختم شریف پڑھا۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ باباجان محمد یعقوب صاحب نے گزشتہ سال کے دوران فوت ہونے والے مریدین سلسلہ اور مریدین سلسلہ کے گزشتہ سال فوت ہونے والے عزیز واقارب کی ارواح کو ایصال ثواب کیا اور دعائے خیر کی۔ جناب ماجد محمود توحیدی صاحب نے خطبہ استقبالیہ دیا جس میں خاص طور پر چراغ راہ سے بانیٔ سلسلہؒ کے سالانہ خطبہ سے استقبالیہ کلمات کو نقل کیا جن سے شرکاء میں خاص لطف وسرور کی کیفیات کو محسوس کیا گیا۔خطبہ استقبالیہ کا اختتام کنونشن کے شرکاء کی سہولیات کے پیش نظر انتظامات اور دیگر ضروری ہدایات سے ہوا۔شیرینی کا وقفہ ہوا جس کے دوران مریدین سلسلہ نے باری باری سٹیج پر آکر اپنا تعارف کرایا۔نمازمغرب کی تیاری کیلئے ایک چھوٹا سا وقفہ ہوا، اذان ونماز مغرب ادا کی گئی۔نماز مغرب کے بعد حلقہ ذکر ہوا۔اسلام آباد سے ہمارے بھائی جناب غلام مرتضیٰ صاحب نے حلقہ ذکر کرایا۔ختم شریف ملتان سے حافظ عبدالکریم صاحب نے پڑھا۔قبلہ باباجان نے دعا کرائی۔اذان ونماز عشاء اور کھانے کے وقفہ کے بعد

راقم نے 'چراغ راہ' کے عنوان سے پروجیکٹر کی مدد سے توحیدیہ تعلیمات اور سلوک کے بنیادی آداب پر اظہار خیال کیا جس کے دوران قبلہ باباجان نے چیدہ چیدہ نکات کی وضاحت فرمائی۔رات ساڑھے گیارہ بجے سالانہ کنونشن کے پہلے روز کا اختتام ہوا۔اجتماع کے شرکاء آرام گاہوں میں تشریف لے گئے۔موسم قدرے خوشگوار تھا جس کے پیش نظر مریدین سلسلہ کی ایک بڑی تعداد نے اجتماع گاہ میں سونا پسند کیا۔

ہرطرف سے لاؤڈ سپیکر پر اذانوں،اعلانات اور نعتیہ وحمدیہ کلام کی آوازیں آرہی تھیں۔عجیب ماحول تھا۔آنکھ کھل گئی پھر نیند نہ آئی۔اجتماع گاہ میں من راقم کے قریب ہی سوئے ہوئے دو پیر بھائیوں کے درمیان ایک تبصرہ کی آواز سنائی دی کہ یہ کون سی صبح کی نماز کا وقت ہے؟ تھوڑی دیر گزری تھی کہ کئی مریدین سلسلہ نے آکر وہاں تہجد کے نوافل شروع کردیئے۔ٹائم دیکھا تو صبح کے تین بجے تھے۔نماز فجر کے لئے اذانوں میں ابھی خاصا وقت تھا۔تھوڑی دیر بعد شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ باباجان محمد یعقوب خان صاحب توحیدی کی آواز بھی سنائی دینے لگی جو اپنے معمولات سحرخیزی کے مطابق ذکر نفی اثبات بالجہر کررہے تھے۔اسی دوران نماز فجر کی اذانیں ہوئیں، نماز فجر،قرآن خوانی و دعا ہوئی۔کچھ دیر بعد ہی خادمان حلقہ جات ومجازین کے لئے نشست کا اعلان ہوا اور انہیں مرکز تعمیر ملت کے ہال میں آنے کا کہا گیا۔یہ نشست کم وبیش دو گھنٹے جاری رہی جس کے بعد نشست کے شرکاء نے ناشتہ کیا۔

دوسرے دن (۲۶ اکتوبر ۲۰۲۴ء) پہلی نشست کا آغاز صبح دس بجے علی شیر بسرا (چوک اعظم) کی طرف سے تلاوت قرآن پاک اور جناب بشیر احمد ڈار (گکھڑ) کی طرف سے نعت سے ہوا۔اظہار خیال کا سلسلہ شروع ہوا جس میں جناب محمد شفیق احمد صاحب (گوجرانوالہ)، جناب محمد ریاض (خوشاب) غیر اسلامی عقائد، جناب حافظ عبدالجبار صاحب (آدکے چیمہ) رجوع الی اللہ، جناب عابد کبیر شاہ صاحب (شجاع آباد) مشاہدات وتجربات، جناب عبدالرشید ساہی صاحب (ڈسکہ) مقصد تخلیق آدم اور جناب محمد سعید (ملتان) نے عمومی احوال پر بات کی۔اظہار خیال کی اس نشست میں شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب توحیدی سٹیج پر جلوہ افروز رہے۔نماز ظہر

سے پہلے نشست کا اختتام ہوا۔نماز ظہر کی تیاری کے لئے ایک مختصر وقفہ ہوا،اذان ونماز ظہر کے بعد تمام شرکاء نے کھانا کھایا اور آرام گاہوں میں چلے گئے۔

اذان ونماز عصر کے بعد اگلی نشست کا آغاز جناب عبدالجبار صاحب نے تلاوت قرآن پاک سے کیا۔جناب حافظ عبدالکریم صاحب نے نعتیہ اشعار اور عارفانہ کلام پیش کیا۔اس نشست میں شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ جناب محمد یعقوب خان صاحب توحیدی کی طرف سے سالانہ خطبہ پیش ہونا تھا۔خطبہ سے پہلے شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوم) جناب محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کے چھوٹے صاحبزادے جناب بریگیڈیئر (ر) حامد محمود ڈار صاحب سالانہ کنونشن میں تشریف لائے۔ بڑے صاحبزادے ڈی ایس پی (ر) جناب خالد محمود ڈار صاحب پہلے سے ہی اپنے چھوٹے صاحبزادے جناب سعد ڈار صاحب کے ہمراہ توحیدی بھائیوں کے اس سالانہ اجتماع میں آ چکے تھے شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب نے سالانہ خطبہ دیا،اس پر سوز خطبہ کو برادران سلسلہ نے بہت پسند کیا۔خطبہ کے بعد حافظ عبدالکریم صاحب نے عارفانہ کلام پیش کیا۔مختصر وقفہ ہوا۔اذان ونماز مغرب ادا کی گئی۔

نماز مغرب کے بعد اجتماعی حلقہ ذکر جناب ماجد محمود صاحب توحیدی نے کرایا۔ذکر کے بعد بیعت کی نشست ہوئی۔اس سال بیعت ہونے والوں میں گکھڑ سے غلام مصطفیٰ اور افتخار شریف،ملتان سے محمد ثاقب سمیع،گوجرانوالہ سے سعد حسن،مبشر حسن،سمیرا نور،مکرم حسین،نبیل شفیق،اور رانا محمد نصر اللہ، اسلام آباد سے محمد اظہر ہلسوڑی سے سید اکبر علی شاہ اور سید اسد اللہ شاہ،فتح پور سے فہد سلیم،اور چوک اعظم سے عباس خان کے نام آتے ہیں۔شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب توحیدی نے اس سال بیعت ہونے والوں کو مٹھائی کھلانے کے بعد اپنے ہاتھ سے سالانہ کنونشن میں شریک تمام مریدین سلسلہ کو مٹھائی کھلائی۔یہ بڑا پر لطف موقع تھا۔سب بھائی بڑے منظم طریقے سے آکر مٹھائی کھاتے رہے اس موقع پر جو رائے سننے کو ملی وہ یہ تھی کہ اس سال بیعت ہونے والے سارے ہی بڑے خوش نصیب ہیں ان کی بیعت کی برکت سے ہم سب کو قبلہ باباجان کے ہاتھ سے مٹھائی کھانے کا موقع مل گیا ہے۔ یہ تسلیم شدہ تھا کہ ایسا سالانہ کنونشن میں پہلی مرتبہ ہوا جسے بہت ہی زیادہ پسند کیا گیا۔اسی مزے میں

اذان ونمازعشا اور کھانے کا وقفہ ہوا۔

محفل سماع رات نو بجے شروع ہوئی۔ اس سال محفل سماع میں قوالوں کی دو پارٹیاں آئیں۔دونوں کاتعلق نوکھر سے تھا۔پہلی پارٹی نے رات گیارہ بجے تک پروگرام جاری رکھا۔توحیدی فقیروں کا فیض خوب جاری تھا۔گیارہ بجے کے بعدقوالوں کی دوسری پارٹی آئی ۔دوسری پارٹی کوپہلی سے بھی زیادہ پسند کیا گیا۔محفل سماع کی کیفیات نا قابل بیان ہیں۔اتنا ہی لکھنا کافی ہے کہ اللہ کا خاص کرم رہا۔الحمدللہ۔محفل سماع کے بعد ترانہ توحیدیہ سب نے مل کر پڑھا۔شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب توحیدی نے حیات نبوی ﷺ اورسیرت طیبہ سے حسین واقعات واحوال کا اعادہ فرمایا۔موضوع وبیان سوزوگداز سے لبریز تھا۔سب نے پوری دلجمعی اورپورے ذوق وشوق سے سنا اوراسے بے حد پسند کیا۔خاصا وقت اس میں ایسے گزرا جس کا کسی کو احساس تک نہ ہوا۔موضوع کے اختتام پر قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی نے اختتامی دعا کرائی ۔اذان ونماز فجر کا وقت ہوا،نماز ادا کی گئی۔نماز کے بعد تمام بھائیوں کو ناشتہ کرایا گیا۔ناشتہ کے بعد نوجوان مریدین سلسلہ نے سالانہ کنونشن کے اختتامی امور وکام کاج میں حسب مقدور جناب ماجد محمود صاحب کی معاونت کی اوراپنے گھروں کو واپسی کے لئے رخت سفر باندھا۔شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب توحیدی مریدین سلسلہ کورخصت کرنے کے لئے اجتماع گاہ کے پاس تشریف فرما تھے۔حلقہ جات سے مریدین سلسلہ اپنے پیر بھائیوں سے بغل گیر ہوکر رخصت ہوتے رہے۔سالانہ کنونشن سے واپسی کا یہ سفر بھی سوزوگداز سے لبریز تھا۔سالانہ کنونشن کا اختتام پیر بھائیوں میں پورے ایک سال کی جدائی کی خبر اوربشرط زندگی دوبارہ ملنے کی ایک آس سمیٹے ہوئے تھا۔اللہ کی محبت میں اللہ کی خاطر آنے والے پیر بھائی سالانہ کنونشن کی حسین یادیں اورکمال فیوض وبرکات سمیٹے اپنے گھروں کوروانہ ہوئے ۔اللہ ہمارے روحانی پیشوا شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ جناب محمد یعقوب خان صاحب توحیدی کوصحت وتندرستی اور ہمہ قسم آسانیوں کے ساتھ لمبی عمر عطافرمائے،سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی صورت میں مریدین سلسلہ کی اس صالح اجتماعیت کو اپنی تائیدونصرت عطافرمائے،اخلاق،بزرگی وروحانیت میں کمال عطافرمائے اوراپنی مخلوق کی خدمت کے لئے قبول فرمائے۔آمین یارب العالمین۔

اظہار خیال سالانہ کنونشن ۲۰۲۴ء

سید محمد علی شاہ۔شجاع آباد

سب سے پہلے میں شکر گزار ہوں شیخ سلسلہ اور اپنے تمام بھائیوں کا جنہوں نے مجھے اپنے خیالات کے اظہار کرنے کا موقع دیا۔یہ میرے لئے بڑے اعزاز کی بات ہے۔

جناب عالی!یہ جو سلسلہ ہے یہ انتہائی عملی سلسلہ ہے۔اس میں ہمیں عمل کی تلقین کی جاتی ہے کہ ہم اپنے ہاتھ پیر توڑ کر ایک طرف بیٹھ نہ جائیں بلکہ عملی طریقے سے اپنی زندگی گزاریں،اپنا کاروبار کریں،اسلامی طریقے اور جائز طریقے سے اپنے اہل وعیال کی پرورش کریں۔اس میں کوئی منع نہیں کیا گیا کہ ہم اپنا کوئی کاروبار نہ کریں یا مال و دولت نہ کمائیں یا اپنا گھر بار نہ بنائیں،اچھا نہ پہنیں یا اچھا نہ کھائیں بلکہ ہر طرح سے ہمیں کہا گیا ہے کہ بہترین طریقے سے اپنی زندگی گزاریں۔بہترین طریقے سے زندگی گزارنے کے لئے ہمیں ظاہر ہے عمل کرنا پڑے گا،اپنا کاروبار جائز طریقے سے چلانا پڑے گا پھر جا کے ہمارے حالات صحیح ہوں گے۔جب ہمارے حالات صحیح ہوں گے تب ہی ہم کسی اور کے لئے کچھ کر سکیں گے یا سلسلے کی خدمت کر سکیں گے۔صحت ہماری ٹھیک ہو گی تو تب ہی ہم زیادہ سے زیادہ عبادت کر سکیں گے اور زیادہ سے زیادہ عمل کر سکیں گے۔

اب میں جس موضوع کی طرف آتا ہوں وہ ہے عملی سلوک۔سلسلے کا تعارف تو مرتضیٰ بھائی نے بہترین طریقے سے کرا دیا ہے۔اس میں مزید سلسلے کا تعارف کرانے کی تو گنجائش نہیں ہے۔میں عملی سلوک کے بارے میں بات کروں گا کہ عملی سلوک کیا ہے۔بانئ سلسلہؒ نے عملی سلوک جو متعارف کرایا ہے اس کے چار حصے بنائے ہیں جن پہ عمل کر کے ہم نے عملی سلوک طے کرنا ہے۔عملی سلوک طے کرنے کا ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہماری اللہ سے جو ملاقات ہو،اللہ کا دیدار ہو،اللہ کے پاس جب ہم جائیں تو بالکل پاک صاف ہو کر جائیں۔

عملی سلوک کے جو چار حصے متعارف کرائے گئے ہیں ان میں ایک تو ہے ابتدائی ادب، دوسرا ہے ذکر وفکر، تیسرا ہے مجاہدہ، اور چوتھا ہے اخلاق۔ میں بات کروں گا ذکر وفکر کی۔ بانی سلسلہؒ نے بہت ہی مختصر اور جامع انداز میں اپنی تعلیمات ہمیں دی ہیں تا کہ ہم بہت ہی آسانی سے ان پر عمل کر سکیں جو ہم اپنے کام کر رہے ہوں یا کاروبار کر رہے ہوں ان میں بھی یہ رکاوٹ نہ ہوں اور ہمارے ذکر اذکار کے جو اعمال ہیں وہ بھی ٹھیک طریقے سے ہوتے رہیں۔

ہم نے اگر کسی دوست کو خوش کرنا ہو یا اس کو خوش رکھنا ہو تو اس کے دو ہی طریقے ہوتے ہیں کہ یا ہم اس کے پاس جاتے ہیں یا ہم اسے اپنے پاس بلاتے ہیں۔ اگر ہم کسی دوست کو اپنے پاس بلائیں گے تو ظاہر ہے کہ اپنے گھر کو صاف ستھرا کریں گے۔ ہر مٹی میل ہر چیز سے پاک کر کے اسے بلائیں گے تا کہ ہمارا دوست ہم سے ناراض نہ ہو اور اسے ہمارے پاس آنے کی خوشی ہو۔ اسی طرح اگر ہم کسی کے پاس جاتے ہیں تو بھی اسی طرح ہے کہ ہم صاف ستھرے کپڑے پہن کر، پاک صاف ہو کر اس کے پاس جاتے ہیں تا کہ اسے برا محسوس نہ ہو۔ اب جب بات ہو اللہ سے ملاقات کی تو ظاہر ہے کہ جب اللہ کو ہم نے اپنے دل میں جگہ دینی ہے تو اپنے دل کو ہر برائی سے، ہر کینہ بغض سے، ہر چیز سے پاک کریں گے تو اللہ ہمارے دل میں جگہ بنائے گا، اللہ ہمارے دل میں رہے گا۔ اگر ہم اللہ کے پاس جائیں گے تو ہم بھی پاک صاف ہو کر جائیں گے تو اللہ کو خوشی ہو گی کہ میرا بندہ پاک صاف ہو کے میرے پاس آیا ہے۔ اس وجہ سے اپنے دل کو پاک صاف کرنے، اپنے آپ کو پاک صاف رکھنے کے لئے یہ ذکر فکر جو ہے یہ قبلہ انصاری صاحبؒ نے ہمیں بتایا ہے۔ صرف بیس منٹ میں ہمارا یہ ذکر پورا ہو جاتا ہے۔ اگر ہم اپنے دن کے صرف بیس منٹ دیں تو یہ ذکر ہو جاتا ہے۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اپنے بیس منٹ اس ذکر کو نہ دیں۔ اگر بیس منٹ میں ہماری اصلاح ہو رہی ہے تو ہمیں یہ بیس منٹ ضرور دینے چاہئیں۔

ذکر وفکر میں پہلی چیز جو ہے وہ پاس انفاس ہے۔ پاس انفاس کیا ہے۔ یہ ہے کہ آپ کسی بھی وقت جب آپ فارغ ہوتے ہیں، جب آپ کو کوئی کام نہیں ہوتا، آپ اپنے دل میں اللہ کا ذکر کریں۔ آپ یہ محسوس کریں کہ میرا سانس جو باہر آ رہا ہے تو اس کے ساتھ ہمارے دل سے اللہ کا لفظ نکل کے

باہر آرہا ہے۔اگر ہمارا سانس اندر جارہا ہےتو پھر بھی اللہ کا ذکر ہمارے سانس کے ساتھ ہمارے دل میں آرہا ہے۔یہ انتہائی مختصر ذکر پاس انفاس ہے جو ہم دن کے کسی وقت کسی بھی حالت میں کر سکتے ہیں۔ چلتے پھرتے،سفر کرتے،کبھی ہم سودا کوئی لینے جاتے ہیں اس وقت،ویسے ہم فارغ بیٹھے ہوتے ہیں تو کسی وقت بھی یہ ذکر کیا جاسکتا ہے۔

دوسرا ہے نفی اثبات کا ذکر۔اس ذکر کے لئے ہمیں اپنا ایک مخصوص وقت دینا پڑتا ہے۔صبح فجر کی نماز سے پہلے یا بعد،مغرب کی نماز کے بعد یا عشاء کی نماز کے بعد کسی وقت بھی ہم یہ کر سکتے ہیں اس میں کیا ہے؟ ناف سے تھوڑا نیچے سے ہم ذکر شروع کرتے ہیں۔لا۔یہ لا جو ہے یہ ہمارے سر تک جاتا ہے۔اس کے بعد اس میں ایک موڑ آتا ہے۔الہ۔الہ جب ہم کرتے ہیں تو ہم اپنے سر کو دائیں کندھے کی طرف لے جاتے ہیں۔پھر ہم اس کے بعد الا اللہ کرتے ہیں۔الا اللہ کے ساتھ ہمارے دل پر اللہ کے لفظ کی چوٹ لگتی ہے تا کہ ہمارے دل میں اگر کوئی بغض ہے کوئی برائی ہےتو وہ نکل جائے،ہمارا دل صاف ہو جائے۔یہ ذکر کرتے ہوئے لا الہ کرتے ہوئے ہمارا دماغ جو ہے یہ ہر قسم کے دنیاوی خیالات سے آزاد ہونا چاہئے۔جب دنیاوی خیالات ہمارے دل میں نہیں ہوں گے تو ہمارا دل جو ہے یہ بالکل پاک ہوگا،ہمارا ذکر جو ہے یہ اللہ کے قریب تر ہوگا۔میرے جو خیالات تھے وہ یہ ہیں،مجھے جو ناسک دیا گیا تھا وہ یہی ہے۔اس کے ساتھ ہی میں علامہ اقبالؒ کے چند اشعار پیش کر دیتا ہوں جو ہمیں عمل کی ترغیب دیتے ہیں اور اللہ سے ملنے اور اللہ سے دوستی کی ہدایت دیتے ہیں۔

کمال شکوہ کیا مسجد میں کل خدا نے
مانگنے تو آتے ہو کبھی ملنے بھی آیا کرو

اسی طرح ہے:

تیرے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے؟
خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے؟
عبث ہے شکوہ ٔ تقدیر یزداں
تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے؟

اظہار خیال سالانہ کنونشن ۲۰۲۴ء

عبدالوحید۔ملتان

میری کوئی خاص تعلیم نہیں ہے نہ بولنے کا ڈھنگ ہے۔ میں ایک عام سا بندہ ہوں۔ میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں ہوں یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، مجھے اپنی قسمت پہ ناز ہے کہ اللہ رب العزت نے مجھے اس سلسلے سے منسلک فرما دیا ہے۔الحمدللہ۔ میں تسبیحیں بیچتا ہوں اور مختلف مجالس میں میرا آنا جانا رہتا ہے۔درباروں پہ، مختلف قسم کے جلسوں میں ہر جگہ میرا آنا جانا رہتا ہے۔ میں ان کے اندر رہتا ہوں۔تسبیحیں بیچتے ہوئے میں ان کے اندر رہتا ہوں۔وہاں جب دیکھتا ہوں کہ اوٹ پٹانگ قسم کی باتیں ہیں۔مثال کے طور پہ بیٹے کی منت مانی ہے۔کوئی دو دو کلومیٹر، ایک ایک کلومیٹر سے عورت دھمالیں ڈالتی ہوئی آرہی ہے۔گاتے بجاتے ہوئے آرہی ہے۔اس کو دیکھتا ہوں کئی جگہ پہ تو میرا دل اس وقت خوشی سے جھوم اٹھتا ہے کہ شکر ہے میرے اللہ مجھ کو ایسی جگہوں سے بچا دیا ہے۔ان کی تضحیک کرنا میرا مقصد نہیں ہے لیکن خوشی اس بات کی ہو رہی ہے کہ میں ایک اچھے سلسلہ سے منسلک ہوں۔

میرے جو بھائی نئے یہاں آئے ہیں ان کو میرا یہ پیغام ہے۔مثال کے طور پہ سلطان باہوؒ کا مزار ہے۔وہاں ان کی تعلیم کو دیکھا جائے تو بہت اعلیٰ تعلیم ہے۔ بہت ہی اعلیٰ تعلیم ہے۔ان کی تعلیم جو ہے میرے خیال کے مطابق صحیح ہے لیکن جو سلطان باہوؒ کا سجادہ نشیں ہے اس کے پاس کئی لوگوں کو دیکھتا ہوں، ہر سال دیکھتا ہوں کہ گیٹ کو

سجدے ہو رہے ہیں۔ چوکھٹ کو سجدے ہو رہے ہیں۔ ایسے ایسے کرو فر سے وہ گزرتے ہیں کہ پی ایم بھی نہیں گزرتا۔ میں شکر کرتا ہوں کہ شکر ہے اللہ تعالیٰ کا، میں خوش ہوتا ہوں کہ باباجی قبلہ ڈار صاحبؒ کے پاس میں ملنے تو گھر گیا تھا، انہوں نے خود مجھے بستر بچھا کے دیا تھا ہم کتنے خوش نصیب ہیں۔ کتنے اعلیٰ سلسلے کے ساتھ اللہ رب العزت نے ہمارا تعلق قائم کردیا ہے۔ مجھے بولنے کا طریقہ نہیں ہے۔ میں مقرر نہیں ہوں۔ ہماری تعلیمات بہت پاک ہیں۔ یہ نماز ہے جیسے اس کے بغیر گزارا نہیں ہے۔ نماز لالچ میں نہیں پڑھی جاتی کہ اللہ رب العزت مجھے جنت دے دیں گے۔ یہ تو وہ اپنی رحمت سے دے دیں گے۔ نہ اس خوف سے پڑھی جائے کہ میں دوزخ سے بچ جاؤں۔ وہ اپنی رحمت سے بچا دیں گے۔ نماز اس لئے پڑھی جائے کہ جیسے چوبیں گھنٹے کا بھوکا بندہ ہوتا ہے۔ بالکل بھوکا۔ جیسے روزہ سے ہوتا ہے۔ روزہ تو بارہ چودہ یا سولہ گھنٹے کا ہوتا ہے کم ازکم یا زیادہ سے زیادہ۔ چوبیں گھنٹے کا بھوکا بندہ ہے اور اذان ہوئی ہے تو یہ سمجھ لو کہ پندرہ منٹ بعد کھانا ختم ہو جائے گا، نماز کے لئے اس طرح جانا ہے۔ میرے دل میں یہ سلسلہ میں آنے کی وجہ سے کچھ اس طرح کا پیدا ہوا ہے۔ شکر ہے اللہ تعالیٰ کا۔ الحمد للہ۔ بس یہی ہے کہ میں اس سلسلہ میں آکر خوش ہوں، خوش ہوں، خوش ہوں۔ بولنے کا زیادہ ڈھنگ نہیں ہے، کوئی صلاحیت نہیں ہے بس یہی ہے اور ٹھیک ہے۔ اللہ حافظ۔

اظہار خیال سالانہ کنونشن ۲۰۲۴ء

سید فضیل عباس ۔ملتان

ہمارے سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں آپ چند ایک چیزیں دیکھ لیں کہ آپ کا اخلاق بہتر ہو رہا ہے، آپ کی نمازوں میں بہتری ہو رہی ہے؟ آپ کی عبادات میں آپ کو سرور محسوس ہو رہا ہے؟ آپ کی محبت آپ کے چاہے وہ دوستوں کے ساتھ ہو، سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں توحیدی بھائیوں کے ساتھ ہو، گھر والوں کے ساتھ ہو، اس میں اخلاق میں آپ میں بہتری آرہی ہے؟ سب سے مین چیز کہ قرآن کی تعلیمات کے مطابق آپ عمل کرر ہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے اوپر پختہ یقین کے ساتھ باعمل زندگی گزار رہے ہیں؟ اس کی قرب ولقاء حاصل کرنے کے لئے آپ جدوجہد کرر ہے ہیں؟ میرا آج کا موضوع یہی ہے کہ آج دور حاضر میں تمام اقوام عالم جو ہیں ان میں مسلمانوں کی تنزلی کی مین وجہ قرآن پاک سے دوری ہے۔

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور کائنات اللہ تعالیٰ کا عمل ہے۔کائنات کا سب سے بڑا علم قرآن پاک کا علم ہے۔یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔دور حاضر میں ہمیں قرآن پاک کی تعلیمات پر عمل کرنے اور اس کی تعلیمات کو سمجھنے کی اشد ضرورت ہے۔اس سے پہلے ہمیں قرآن پاک کی عظمت کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اللہ پاک نے ہمیں کتنے بڑے خزانے سے نوازا ہے لیکن ہم نے اس کی قدر ہی نہیں کی۔ ہم نے اس کو، اس کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ہم مغرب کو دیکھ کر یہ حسرت کرر ہے ہیں کہ ہمارے پاس یہ چیز نہیں ہے، ہمارے پاس وہ چیز نہیں ہے۔اسی پر کسی نے ایک شعر کہا ہے:

ہم تو مانگتے پھرتے ہیں اوروں سے مٹی کے چراغ
اپنے خورشید پر کر دیئے سائے خود ہم نے

ہمیں قرآن پاک کا فہم حاصل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔اس کے لئے آسان یہ ہے کہ ہم علامہ اقبال کو پڑھیں۔علامہ اقبال نے مختلف کتابوں پہ ریسرچ کی ہے لیکن جب انہوں نے قرآن پاک پہ ریسرچ شروع کی ہے تو ان کی لائبریری میں کوئی کتاب ایسی نہیں تھی کہ جس میں اسلامی تعلیمات کا حوالہ نہ دیا گیا ہو یا ان کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔

قرآن پاک کی ایک آیت کا فہم سو رکعت کی نفل سے بہتر ہے لیکن جب ہم ایک چیز کو سمجھ نہیں

رہےتو ہم اس پرعمل کیسے کریں گے۔اس لئے جتنے بھی اسلامی ممالک ہیں ان تمام ممالک میں دس فیصد بھی قرآن پاک کا قانون نافذ نہیں ہے۔تمام ممالک امن کا درس دے رہے ہیں جبکہ مسلمانوں کا قتل عام ہورہا ہے، ان کی عزتیں لوٹی جارہی ہیں۔ہم خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں جبکہ قرآن پاک کا ایک چوتھائی حصہ ہمیں جہادفی سبیل اللہ کا درس دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑو۔اس کے اوپر ایک اور شعر عرض کرتا چلوں گا کہ

تلواریں بیچ کر خرید لیے مصلے ہم نے
عزتیں لٹتی رہیں اور ہم دعائیں کرتے رہے

نبی اکرم ﷺ کا ایک ایک فرمان ہمیں قرآن پاک سے جوڑتا ہے۔یہ قرآن ہمیں اللہ پاک سے جوڑتا ہے۔قرآن پاک کی ایک ایک آیت ہمیں اللہ تعالیٰ سے جوڑتی ہے۔قرآن پاک کہتا ہے کہ یہ وہی اللہ ہے جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچایا تھا،جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سمندر سے نکالا تھا۔قرآن پاک کہتا ہے کہ اس پہ یقین رکھ کےتو دیکھو،اللہ تعالیٰ پہ یقین رکھ کےتو دیکھو،اگر تم میرے مطابق ،میری تعلیمات کے مطابق عمل کرو گےتو ہو ہی نہیں سکتا کہ تمہاری زندگی میں کوئی مسائل باقی رہ جائیں۔ہمارا نفع اور نقصان ہمیں یہ ماحول نہیں بتائے گا۔ماحول تو کہتا ہے کہ جیسا ہو رہا ہے ویسا ہی کرتے جائیں کیونکہ ہمیں اصل جو تعلیم دیتا ہے وہ قرآن پاک دیتا ہے، ہر دور میں،ہر ماحول میں۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں اتنی عظیم دولت سے نوازا ہے۔

قرآن پاک ایک رسی کی مانند ہے۔جس کا ایک سرا اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے اور دوسرا انسان کے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھو تم مجھ تک پہنچ جاؤ گے اور فلاح پا لو گے۔جب اللہ تعالیٰ کسی نعمت سے نوازتا ہےتو اس کا امتحان بھی سخت لیتا ہے۔مثال کے طور پر اگر کوئی اپنے تمام سابقہ گناہوں کی معافی مانگ کےتو بہ کر لیتا ہے اور کلمہ پڑھ لیتا ہے،اگلے لمحے اس کی وفات ہوجاتی ہےتو وہ سیدھا جنت میں جائے گا لیکن مسلمانوں کے لئے ایسا نہیں ہے۔ایک مسلمان چاہے جتنا مرضی اپنی زندگی میں تسبیحات کر لے،اس کو اپنے ایک ایک عمل کا حساب دینا پڑے گا۔اس کا ایک ایک عمل چھانٹا جائے گا۔ماشاءاللہ سلسلہ عالیہ تو حیدیہ کی ایک ایک تعلیم قرآن پاک کے مطابق ہے۔ہمارا جو ماہانہ مجلہ فلاح آدمیت جو نکلتا ہے اس پہ تقریباً ہر صفحے پہ قرآنی آیت موجود ہوتی ہے،اس میں ہر بات قرآن پاک کی آیات سے Quote کی جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن پاک کو صحیح معنوں میں سمجھنے اور ان پرعمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اظہار خیال سالانہ کنونشن ۲۰۲۴ء

سید معیز بخاری۔ملتان

آج کا جو میرا Topic ہے وہ 'توحیدیہ مشن' ہے۔ جیسے انہوں نے ابھی پہلے Vision کے بارے میں بتایا، سلسلے کا تعارف دیا، اسی طریقے سے ہر جماعت کا ایک Vision ہوتا ہے اور ایک Mission ہوتا ہے۔ Vision ہوتا ہے کہ یہاں تک ہم نے پہنچنا ہے اور Mission ہوتا ہے کہ ہم نے کس طریقے سے پہنچنا ہے۔ ایک Plan of action ہوتا ہے کہ ہم نے وہاں تک پہنچنا کیسے ہے۔ ہمارے سلسلے کے Vision اور Mission کا اور اس کے Standard کا اندازہ آپ اس طریقے سے لگا سکتے ہیں۔

ابھی Recent ایک مجلّہ آیا۔ مجلّے کے اندر لکھا ہوا تھا کہ ایک بھائی نے بابا جان کو خط لکھا اور اس خط میں دعائیں لکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت فردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ بابا جان خوش ہوئے، انہوں نے کہا کہ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ آپ ترقی کر رہے ہیں لیکن میرا جو مقصد ہے وہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے قدموں میں مجھے مرنے کے بعد جگہ نہیں ملتی تو مجھے جنت کی بجائے جہنم میں داخل کر دیا جائے۔ آپ اس سے Standard کا اندازہ لگائیں کہ ہمارا Standard اتنا بلند ہے تو جنہوں نے یہ Standard بنایا ہے ان کا Vision اور Mission کتنا بلند ہوگا۔ ہمارا Standard بہت High ہے۔ ہم نے خالی جنت میں نہیں جانا، اللہ تعالیٰ کے بالکل پاس رہنا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہیں دیدار کرنا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ دنیا میں بھی موقع ملا تو ٹھیک ہے ورنہ بابا جان نے کہا کہ آپ تعلیم پر صحیح طریقے سے عمل کرتے رہیں تو آپ لازمی ضرور اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل کر لیں گے۔

اب میں اپنے موضوع کی طرف آتا ہوں کہ ہمارا Vision کیا ہے؟ ہر ایک ادارہ

جوہوتا ہے،ادارے کاایک مرکز ہوتا ہے۔پوری دنیا کا نظام جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کے عرش سے چل رہا ہے ۔پوری دنیا کا جو مرکز ہے وہ عرش ہے۔کسی بھی ملک کا جو مرکز ہوتا ہے وہ اس کا دارالحکومت ہوتا ہے۔جہاں سے اس کے نظام چلائے جاتے ہیں،اس کے معاملات چلائے جاتے ہیں ۔اسی طریقے سے ہمارا بھی ایک مرکز ہے :مرکز تعمیر ملت،جس میں آج ہم موجود ہیں۔جتنا کسی ادارے کامرکز مضبوط ہوتا ہے اتنازیادہ کوئی سلسلہ،کوئی جماعت یا کوئی ملک ترقی کرتا ہے۔اس کے دارالحکومت سے ساری چیزیں چل رہی ہوتی ہیں۔اس کی مثال روحانی طور پر اگر ہم دیکھیں تو سب سے زیادہ Main مرکز جو ہے وہ مکہ اور مدینہ ہے۔وہیں سے یہ تعلیم ساری دنیا کے اندر پھیلی،وہیں سے ہی لوگوں نے توحید کی تعلیم حاصل کی،اللہ تعالیٰ کوایک ماننے کی تعلیم حاصل کی اور پوری دنیا کے اندر ترقی کی۔ہم نے دیکھا کہ خاصا عرصہ وہاں پر مسلمانوں نے ترقی کی لیکن وہ آہستہ آہستہ ختم ہوتا جارہا ہے۔

آج اگر ہم دیکھتے ہیں تو غزہ میں کیا ہو رہا ہے،کوئی بھی دوسرا ملک بولنے کے لئے تیار نہیں ہے،کوئی بھی اس کے حوالے سے بات کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ابھی Recently میں عمرے کے لئے گیا ہوا تھا تو سعودی عرب میں یہ ہے کہ وہاں ساری مسجدوں میں ایک ہی ٹائم پہ نماز ہوتی ہے۔حرم کے ساتھ ایک مسجد تھی وہاں سے ہم گزرے تو وہاں اذان نہیں ہوئی۔میرا Cousin ساتھ تھا،میں نے اس سے پوچھا کہ یہاں اذان کیوں نہیں ہوئی تو اس نے کہا کہ یہاں سپیکروں پہ پابندی لگادی گئی ہے۔کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اب وہاں پر سپیکر میں اذان نہیں دی جا سکتی۔یہ امریکہ کی طرف سے Order ہے۔یہ وہ جگہ ہے مکہ اور مدینہ جہاں پر جو ہمارا Main مرکز ہے۔وہاں پر ہمیں اجازت نہیں دی جارہی،وہاں پر مسلمان بولنے کے قابل نہیں ہیں ۔یہاں تک کہ مسجدوں میں بھی اگر دعا کی جاتی ہے تو دعا یہ کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی حفاظت فرما یا ان کی مدد فرما۔یہ نہیں کہا جاتا کہ یہود و نصاریٰ کو برباد کر۔ وہ اس ڈر سے کہ کہیں ان کے Sentiments کو ٹھیس نہ پہنچے۔کہیں کسی یہودی کو یا عیسائی کو یا ہندوؤں کو یہ نہ دل میں تکلیف ہو کہ یہاں پر اس طرح کی بات کی جارہی ہے ۔اگر کی بھی جاتی ہے

توانہیں وہاں سے اسی وقت نکال دیا جاتا ہے۔اسی وقت انہیں کھینچ کے وہاں سے ہٹا دیا جاتا ہے یہ تو آج کل ہمارا حال ہے کہ ہم اپنی بات نہیں پہنچا سکتے۔

اس کی اصل وجہ جو باباجان نے بتائی ہے وہ صرف اور صرف حضور پاک ﷺ سے محبت کی کمی اور Proper توحید کا نہ ہونا ہے۔ جتنے بھی دنیا میں اس وقت بسنے والے ہیں اگر وہ توحید پہ Proper طریقے سے عمل کریں تو وہ دنیا کے یہ جو بت بنے ہوئے ہیں ان سے وہ کیوں ڈریں۔اس لئے کہ باباجان نے ہمارا جو Mission اور Vision بتایا ہے وہ Basically یہ ہے کہ ہم نے سب سے پہلے تو اپنے آپ کو بہتر کرنا ہے اور دوسری جو چیز ہے وہ اسلامی عقائد کی درستگی اور جو غلط رسومات پیدا ہوگئی ہیں ان کی درستگی کے لئے کام کرنا ہے۔

جتنے بھی بزرگان دین برصغیر میں آئے انہوں نے اسلامی عقائد کی درستگی پہ تو کام کیا لیکن جو یہاں پر ہندووانہ رسومات تھیں ان پر ویسی توجہ نہ کی۔اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ آج بھی جو غلط رسومات ہیں وہ لوگوں میں موجود ہیں۔ہمارے جتنے بھی توحیدی بھائی ہیں ان کا سب سے Important کام باباجان نے یہ بتایا ہے کہ ہمیں ان غلط رسومات کی درستی کے لئے کام کرنا ہے اور جتنے بھی غلط عقائد ہیں ان کے لئے کام کرنا ہے۔ہم پوری دنیا میں تو کام نہیں کر سکتے At least ہم اپنے ملک میں،اپنے اپنے شہروں میں یہ کام کر سکتے ہیں۔ہمارا یہ اہم مقصد اور ہمارا Mission ہے۔ہمیں سمجھ آ گیا کہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم نے عقائد کی درستگی کرنی ہے۔اس کیلئے سب سے Important چیز باباجان نے جو ہمیں بتائی ہے وہ ہے ہماری طلب۔ہمارے اندر کتنی طلب ہے۔ہم اس کام کو کرنے کے لئے کتنی خواہش رکھتے ہیں۔اس کا جواب بھی انہوں نے خود دیا کہ آپ کے اندر اتنی طلب ہو کہ آپ نہ کھانا کھا سکیں،نہ سو سکیں، آپ کو اپنا Mission ایسے بھرپور طریقے سے یاد ہو۔اب آپ کو طلب بھی ہوگی کہ آپ نے یہ کرنا ہے۔Next step بھی انہوں نے ہمیں بتا دیا کہ ہم نے یہ رہنمائی قرآن پاک سے حاصل کرنی ہے۔قرآن پاک کی تعلیم پر عمل کرنا ہے اس کو سمجھنا ہے یا کوئی قرآن پاک کی تعلیم کو بہتر طریقے سے جانتا ہے اس سے ہم نے علم حاصل کر کے اپنے اندر پہلے تبدیلی لانی ہے پھر یہ

عزم کرنا ہے کہ انشا ءاللہ یہ نتائج جو میں نے لیے ہیں وہ میں دوسروں تک Transfer کروں گا۔

ہمیں یہ سمجھ آ گئی کہ ایک ہوتی ہے طلب او دوسری چیز یہ کہ ہم نے سیکھنا بھی ہے اور ہم نے اس پہ عمل بھی کر لیا۔ اب آ جاتی ہے تیسری چیز۔ وہ ہے Optimism۔ Optimism یہ ہوتی ہے کہ ہم کوئی کام کرتے ہیں۔ اگر اس میں Result نہیں آتا تو ہم مایوس ہو کے بیٹھ جاتے ہیں۔ بابا جان نے یہ کہا ہے کہ آپ کا کام یہ نہیں ہے۔ آپ نے لوگوں تک پیغام پہنچایا اس کا نتیجہ پھر آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔ ہم لوگوں نے اپنے عقائد درست کرنے کے بعد لوگوں تک پیغام پہنچانا ہے اور اس میں بھی اس چیز کی کوشش کرتے رہنا ہے۔ اب ان ساری چیزوں میں جو سب سے اہم چیز بابا جانؒ نے بتائی ہے وہ Optimism بتائی ہے۔ فرمایا ہے کہ آپ لوگ اتنے Optimist ہو کہ آپ نے کسی کو بات پہنچائی ہے، پیغام دے رہے ہیں تو اس کے دل پر وہ چیز اثر کرے۔ اب ہم نے زبان سے کسی کو نہیں کہنا کہ تم غلط کہہ رہے ہو، تمہارے غلط عقائد ہیں۔ اس کی Example انہوں نے دی کہ یہ چیز آج کل Scientifically ثابت ہو چکی ہے کہ ایک چیز اسی جو Optimist ہے، اس کا مطلب کہ وہ ایک پختہ ارادے والا ہے اگر وہ اپنے خیال کی طاقت سے اس کو حکم دیتا ہے کہ ایسا نہیں کرنا تو وہ اپنی اس طاقت سے اپنے Boss سے کام کروا سکتا ہے۔ Basically یہ جتنی Optimism ہے، طلب کے بعد ہم نے اپنے عقائد درست کرنے ہیں اور Optimist رہنا ہے کہ جو بھی ہو ہم نے کوشش کرتے رہنا ہے اور اس امید کے ساتھ کوشش کرتے رہنا ہے کہ ہمیں Result سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ بس یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کامیاب کرے، ہماری بہتری ہو۔ یہ ہمارا Mission ہے اور یہ ہمارا Vision ہے۔

جیسے ابھی ایک بھائی نے عملی سلوک کی بات کی، Syllabus ہے ایک ہمارا کہ ہم نے ذکر کرنا ہے، ہم نے پاس انفاس کرنا ہے، ہم نے تسبیح کرنی ہے لیکن Point کی بات یہ ہے کہ Mission کے اندر یہ بات کہیں Mention نہیں ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دو چیزیں ہوتی ہیں اگر کوئی ادارہ بہتری کے لئے کام کرتا ہے۔ ایک انفرادی اور دوسری

معاشرتی طور پر۔ یہ جتنی بھی ہیں کہ میں نفی اثبات کروں گا، پاس انفاس کروں گا تو ان کے ساتھ ہی ترقی ہو لیکن میں نے اس انفرادی ترقی کا کیا کرنا ہے جب تک میں اس سے معاشرے کے اندر بہتری نہیں لاسکتا۔ یہ واقعہ آپ نے سنا ہو گا کہ ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنے فرشتوں سے کہ جاؤ اور اس علاقے کے دونوں پہاڑوں کو ملا دو۔ ان فرشتوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ یہاں پر تو آپ کا ایک نیک بندہ بھی موجود ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سب سے پہلے اس پر عذاب لے کے آؤ۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا دل۔۔ اس کی Example اس طریقے سے ہم دے سکتے ہیں کہ ایک بندہ جب اس کے باپ کے بارے میں جب کوئی غلط بات کرتا ہے تو غصے سے آگ بگولا ہو جاتا ہے، اس کی ایسی تیسی کرنے پہنچ جاتا ہے، Gun اٹھا لیتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کے احکامات کی نافرمانی کی جارہی ہوتی ہے تو کسی کا بھی دل نہیں دکھتا، کوئی بھی اس حوالے سے بات کرنا پسند نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات سخت ناپسند ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اپنے اللہ اللہ کرنے کے چکر میں ہو، یہ دنیا میں ہو رہا ہے تو اس کا کوئی حساب کتاب نہیں ہے۔ Basically یہ جو Point ہے، بتانے کا مقصد یہ ہے کہ تو حیدیوں کے کرنے کے کام میں Collectively جو ہے وہ ہم نے معاشرے کے اندر اسلامی عقائد کی درستگی پہ کام کرنا ہے اور غلط عقائد کی بہتری کے لئے کام کرنا ہے۔ اس کا طریقہ کار انہوں نے یہ بتایا ہے کہ آپ کی سچی طلب سب سے پہلے اپنے عقائد کی درستگی اور اس کے بعد Optimist ہو کے کام کرنا۔ یہ تین چیزیں ہیں جو ہم نے Basically کرنی ہیں اور معاشرے کے اندر تبدیلی لے کر آنی ہے۔ جو ہمارا Syllabus ہے وہ ہمارا Daily کا ہے، اس کو ہم نے کرتے رہنا ہے، اس کا اس Mission کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کا ہماری Individualism کے ساتھ تعلق ہے۔ ہم بہتر ہوں گے تو ہم اپنا پیغام آگے تک پہنچائیں گے۔ ان شاءاللہ۔

مکتوب(۵)

مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ

ایک مخلص دوست خواجہ برہان الدین کی سفارش اور اُن کے بعض حالات کے بیان ہیں۔ یہ بھی اپنے پیرومرشد بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔

عریضہ:

حضور کا ادنیٰ ترین خادم عرض کرتا ہے کہ ایک رسالہ حضرات خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقہ کے بیان میں لکھ کرارسالِ خدمت کیا ہے حضور کے ملاحظہ سے گزرے گا ابھی مسودہ ہے، چونکہ خواجہ برہان جلدی روانہ ہو گئے اس لئے اس کو صاف نقل کرنے کا وقت نہ ملا، خیال ہے کہ بعض دوسرے علوم بھی اس کے ساتھ ملائے جائیں۔ ایک روز رسالہ "سلسلۃ الاحرار" (رسالہ سلسلۃ الاحرار حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ نے اپنی اُن رباعیات کی جو کہ آپ کی بزرگ دقیق تصنیفات میں سے ہیں شرح فرمائی ہے اور اس شرح کا نام سلسلۃ الاحرار رکھا ہے۔ ماخوذ از حواشی فارسی مکتوبات) نظر سے گزرا۔ اس وقت دل میں خیال آیا کہ حضور سے درخواست کروں کہ آنجناب خود اس رسالہ کے بعض علوم کے بارے میں کچھ تحریر فرمائیں یا اس فقیر کو حکم دیں تاکہ اس کے بارے میں کچھ لکھے یہ خیال بہت پختہ ہو گیا تھا کہ اس اثناء میں اس مسودے کے بعض علوم کا فیضان ہوا، اور اس رسالۂ سلسلۃ الاحرار کے بعض علوم مجمل طور پر اس رسالہ کے ضمن میں بیان ہو گئے ہیں، اگر اسی مسودے کو اُس رسالہ کا تکملہ بنالیں تو اس کی بھی گنجائش ہے اور اگر بعض مناسب علوم کو اس مسودے میں سے انتخاب کر کے اس رسالہ کے ساتھ ملالیں تو یہ بھی ایک صورت ہے۔ اس سے زیادہ

لکھنے کی جرأت کرنا ادب کے خلاف ہے۔

خواجہ برہان نے اس عرصہ میں خوب محنت کی ہے اور تیسری سیر سے بھی (تیسری سیر سے مراد سیر عن اللہ باللہ ہے جو کہ علمِ اعلیٰ سے علم اسفل کی طرف اور پھر اس اسفل سے دوسرے اسفل کی طرف حرکتِ علمیہ کا نام ہے۔غالباً آپ سرونج (مالوہ) کے تھے جن کا ذکر حضرات القدس (۲ حضرت نہم کرامت ۷) میں آتا ہے۔آپ کا مزار بھی وہاں ہے) جو کہ مقامِ جذبہ کے مناسب ہے کچھ پالیا ہے۔خواجہ برہان کا دل صوبۂ مالوہ میں معاش کے لحاظ سے ان کا دل پراگندہ رہتا ہے وہ آپ کی خدمتِ مبارک میں حاضر ہو رہے ہیں،حضور ان کے لئے جو حکم فرمائیں گے وہ مبارک ہوگا۔

مکتوب ششم(۶)

جذبہ وسلوک کے حاصل ہونے اور جمالی وجلالی دونوں صفتوں کے ساتھ تربیت پانے اور فنا و بقا اور ان کے تعلقات کے بیان ہیں اور نسبتِ نقشبندیہ کی فوقیت کے بیان ہیں، یہ بھی اپنے پیرومرشد بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔

عریضہ:

حضور کا کمترین خادم احمد عرض کرتا ہے کہ مطلق طور پر ہدایت کرنے والے یعنی اللہ تعالیٰ ''جل شانہ'' نے آنجناب کی توجۂ عالیہ کی برکت سے جذبہ وسلوک کے دونوں طریقوں اور جمال (جمال بالفتح صورت وسیرت کی خوبصورتی یہاں مراد انعام واکرام ہے)وجلال (جلال بالفتح بزرگی یہاں مراد قہر وغضبِ الٰہی کا اظہار بذریعہ الم ومصیبت ہے) کی دونوں صفتوں سے اس حقیر کی تربیت فرمائی ہے،اب جمال عین جلال ہے اور جلال عین جمال ہے۔ ''رسالہ قدسیہ'' (مصنفہ حضرت خواجۂ خواجگان خواجۂ بزرگوار نقشبند قدس سرہ

العزیز) کے بعض حاشیوں میں اس عبارت کو اپنے ظاہری مفہوم سے پھیر کر اپنے موہوم مطلب پر حمل کیا ہے ، حالانکہ یہ عبارت اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے اور ظاہری معنی سے ہٹانے اور تاویل کے قابل نہیں ہے ،اوراس تربیت کی علامت محبتِ ذاتی کے ساتھ متحقق ہونا ہے اس کے تحقق سے پہلے ممکن نہیں ہے ،اور محبتِ ذاتی فنا کی علامت ہےاور فنا سے مراد اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کا فراموش ہو جانا ہے ۔پس جب تک تمام علوم پورے طور پر سینے کے میدان سے صاف نہ ہو جائیں اور سالک جہل مطلق کے ساتھ متحقق نہ ہو جائے وہ فنا سے بہرہ ور نہیں ہوسکتا ،اور یہ حیرت وجہل دائمی ہے اس کا زائل ہونا ممکن نہیں ہےاور ایسا نہیں ہے کہ کبھی حاصل ہو جائے اور کبھی زائل ہو جائے ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ مقامِ بقاباللہ سے پہلے جہالت محض ہےاور مقامِ بقاباللہ حاصل ہونے کے بعد جہالت اور علم دونوں جمع ہو جاتے ہیں ، سالک عین نادانی کی حالت میں شعور کے ساتھ ہوتا ہے اور عین حیرت کے وقت میں حضور کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ مقام حق الیقین (جاننا چاہیے کہ حق الیقین عین الیقین ،علم الیقین اور اپنے سے باہر نظر کرنا ، اپنے آپ میں نظر کرنا اوران کے ایک دوسرے کے لئے حجاب ہونے یا نہ ہونے کی تفصیل حضرت مجددالف ثانی قدس سرہ نے جلد اول مکتوب ۲۷۷ میں فرمائی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں) کا مقام ہے کہ اس میں علم اور عین ایک دوسرے کے لئے حجاب نہیں ہیں اور وہ علم جو اس قسم کی جہالت سے پہلے حاصل ہوتا ہے وہ احاطۂ اعتبار سے خارج ہے، (یعنی اعتبار کے لائق نہیں ہے)اس حالت کے باوجود اگر علم ہے تو اپنے آپ میں ہے اور اگر شہود ہے تو وہ بھی اپنے آپ میں ہے اور اگر معرفت یا حیرت ہے تو وہ بھی اپنے آپ میں ہی ہے جب تک کہ نظر باہر کی اشیاء میں ہے بے حاصل (بیکار) ہے اگر چہ اپنے آپ میں بھی نظر رکھتا ہو' بیرونی اشیاء سے نظر بالکل منقطع ہو جانی چاہیے ۔حضرت خواجۂ بزرگ (یعنی خواجہ

بہاؤالدین نقشبند)قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ فناو بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے آپ میں دیکھتے ہیں اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے آپ میں ہی پہچانتے ہیں اور ان کی حیرت اپنے وجود ہی میں ہے۔ اس عبادت سے بھی صاف طور پر مفہوم ہوتا ہے کہ شہود اور معرفت اور حیرت اپنے نفس میں ہی ہے اور بس اپنے آپ سے باہر کی اشیاء میں ان میں سے کوئی بھی نہیں ہے جب تک ان تینوں میں سے کوئی ایک امر بھی اپنے نفس سے باہر میں ہے اگر چہ اپنے آپ میں بھی رکھتا ہو اس کو فنا حاصل نہیں ہے تو بقا اس کو کس طرح حاصل ہو جائے گی (کیونکہ) فناو بقا میں مرتبہ کی انتہا یہی ہے اور یہ فنا مطلق ہے اور مطلق فنا عام ہے اور بقا فنا کے اندازہ کے مطابق ہوتی ہے (یعنی جس قدر فنا کامل ہوگی بقا بھی اسی قدر کامل ہوگی)اس لئے بعض اولیاء اللہ فناو بقا کے ساتھ متحقق ہونے کے بعد اپنے باہر میں بھی شہود رکھتے ہیں لیکن ان بزرگواروں (یعنی مشائخ نقشبندیہ قدس اسرارہم) کی نسبت تمام نسبتوں سے بلند تر ہے۔

نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند نہ ہر کہ سر بتر شد قلندری داند

(ترجمہ):

محض آئینہ رکھنے سے سکندر بن نہیں سکتا
فقط سر کے منڈانے سے قلندر بن نہیں سکتا

جب بہت سے قرن (کئی صدیاں) گزرنے کے بعد اس سلسلۂ عالیہ کے بڑے بڑے مشائخ میں سے ایک یا دو کو اس نسبت کے ساتھ شرف بخشتے ہیں تو دوسرے سلسلوں کے بارے میں کیا بیان کیا جائے ، یہ نسبت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ کی نسبت ہے(آپ امام مالکؒ کی اولاد میں سے ہیں اور آپ صوفیائے کرام کے تمام گروہوں کے نزدیک مقبول ہیں آپ شریعت وسنتِ نبوی کی متابعت فرماتے اور بدعت وخواہشات نفسانی

کی مخالفت کرتے رہے ہیں کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام آپ کے پیر طریقت تھے اور حضرت خواجہ ابو یعقوب یوسف ہمدانی قدس سرہٗ آپ کے پیر صحبت وخرقہ تھے۔ وہ آٹھ کلمات جن پر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی بنیاد ہے آپ ہی کے مقرر کردہ ہیں، یہ ہیں (۱) ہوش دردم، (۲) نظر برقدم، (۳) سفر در وطن (۴) خلوت در انجمن، (۵) یاد کرد، (۶) بازگشت، (۷) نگاہداشت، (۸) یادداشت۔ ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ء کو غجدوان (بکسر غین) میں وفات ہوئی جو بخارا کے قریب ہے۔ اس عبادت سے کوئی سادہ لوح یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی ذات میں حلول کرلیا یا دونوں میں اتحاد ہوگیا کیونکہ یہ عقیدہ صریح گمراہی ہے) اور اس نسبت کو پورا اور کامل کرنے والے حضرت خواجۂ خواجگان یعنی حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند (آپ کا تذکرہ مکتوب نمبر ۱ کے فٹ نوٹ میں گزر چکا ہے۔ ص: ۳۵ پر) قدس سرہم ہیں اور آپ کے خلفا میں سے حضرت خواجہ علاؤ الدینؒ (آپ کا اسم گرامی محمد بن علی بن محمد البخاری ہے۔ آپ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاریؒ کے اصحابِ کبار میں سے تھے حضرت خواجہ موصوف نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں ہی اپنے بہت سے طالبانِ طریقت کی تربیت آپ کے سپرد کردی تھی۔ آپ کی وفات عشا کی نماز کے بعد بدھ کی رات کو ۲۰ رجب ۸۰۲ء میں ہوئی۔ مزار مبارک موضع جغائیاں از ماوراء النہر میں ہے) دولت سے مشرف ہوئے تھے۔

ایں کار دولت ست کنوں تا کرا دہند

ترجمہ: (یہ ہے عظیم کام، ملے دیکھیے کسے)

یہ عجیب معاملہ ہے کہ پہلے جو بلا ومصیبت بھی واقع ہوتی تھی وہ فرحت وخوشی کا باعث ہوتی تھی اور یہ فقیر **هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ** (ق آیت ۳۰) کیا اور زیادہ بھی ہے کہتا تھا اور

دنیاوی سازو سامان میں سے جو کچھ کم ہو جاتا تھا اچھا معلوم ہوتا تھا، اور یہ فقیر اسی قسم کی خواہش کرتا تھا اور اب جبکہ عالمِ اسباب میں نزول واقع ہوا ہے اور اپنی عاجزی ومحتاجی پر نگاہ پڑی ہے، اگر تھوڑا سا بھی نقصان لاحق ہو جاتا ہے تو پہلے ہی جھٹکے میں ایک قسم کا رنج وغم پیدا ہو جاتا ہے اگر چہ وہ جلد ہی دور ہو جاتا ہے اور کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ اور اسی طرح اگر پہلے یہ عاجز بلاو مصیبت کے دور ہونے کے لئے دعا کرتا تھا تو اس سے اس بلاو مصیبت کو دُور کرنا مقصود نہیں ہوتا تھا بلکہ اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کے حکم **اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ** (مومن آیت ٦٠) (تم مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا) کی تعمیل وفرمانبرداری بجالانا تھا لیکن اب دعا سے مقصود بلاؤں اور مصیبتوں کا رفع کرنا ہوا اور وہ خوف وغم جو پہلے زائل ہو چکے تھے اب پھر لوٹ آئے ہیں اور اب معلوم ہوا کہ وہ حالت سکر کی وجہ سے تھی، صحو کی حالت میں عاجزی ومحتاجی اور خوف وحزن اور غم وخوشی جس طرح سے کہ عام لوگوں کو لاحق ہوتی ہے اس خاکسار کو بھی ہو، ابتداء میں بھی جب کہ دعا سے بلاو مصیبتوں کا دفع کرنا مقصود نہیں تھا دل کو یہ بات اچھی نہیں لگتی تھی لیکن حال غالب تھا (اس لئے مجبور تھا) دل میں خیال گزرتا تھا کہ انبیاء علیہم السلام کی دعا اس قسم کی نہیں تھی کہ جس سے وہ اپنی مراد کا حاصل ہونا چاہتے ہوں' اب جبکہ یہ خاکسار اُس حالت میں مشرف فرمایا گیا اور معاملہ کی حقیقت واضح کر دی گئی تو معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی دعائیں عاجزی وحاجت مندی اور خوف وحزن کی وجہ سے تھیں محض حکم کی تعمیل کے لئے نہیں تھیں، بعض امور جو اس فقیر پر ظاہر ہوتے رہتے ہیں حضور کے حکم کے مطابق کبھی کبھی اُن کے عرض کرنے کی گستاخی کرتا ہے۔

اللہ کیلئے محبت کرنا اللہ کیلئے دشمنی کرنا

مولانا زبیر حسن

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ جس نے اللہ ہی کے لیے کسی سے محبت کی اور اللہ ہی کے لیے دشمنی رکھی اور اللہ ہی کے لیے دیا (جس کسی کو کچھ دیا) اور اللہ ہی کے لیے منع کیا اور نہ دیا تو اس نے اپنے ایمان کی تکمیل کر لی۔''

(ابوداؤد)

ایک مسلمان کی زندگی کا مقصد، اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ اس لیے مسلمان کی کوشش اپنے ہر قول وفعل سے یہی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ آپ ﷺ کے فرمان سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کام کرنے کی وجہ سے ایمان کامل ہوتا ہے یعنی جس شخص نے اپنی حرکات سکنات، اپنے جذبات اور احساسات اس طرح اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع کر دیئے کہ وہ جس سے تعلق جوڑتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہی جوڑتا ہے اور جس سے تعلقات توڑتا ہے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے توڑتا ہے۔ جس کو کچھ دیتا ہے اللہ ہی کے لیے دیتا ہے اور جس کے دینے سے ہاتھ روکتا ہے صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصود ہوتی ہے۔

جس شخص کی سوچ اور تفکرات اس قدر رضائے الٰہی کے تابع ہوں، اسے اللہ تعالیٰ سے کامل تعلق اور کامل ایمان نصیب ہوتا ہے، عداوت یعنی دشمنی اور محبت اللہ ہی کے لیے کرنا ایسا عمل ہے جس سے انسان اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے اللہ کی رضا کے لیے مسلمان بھائی سے محبت کرنا اور رضائے الٰہی کے لیے اس سے ملاقات کرنا، کتنا عظیم عمل ہے حضرت ابوہریرہؓ

کی روایت سے اندازہ ہوسکتا ہے فرماتے ہیں کہ آقاعلیہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ ایک شخص اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کے لیے چلا۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ اس کے راستے میں منتظر بنا کر بٹھا دیا گیا۔جب وہ شخص اس جگہ سے گزرا تو فرشتے نے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ ''میں اپنے ایک مسلمان بھائی کی ملاقات کے لیے جارہا ہوں۔''فرشتے نے کہا کیا تمہارا اس پر کوئی احسان ہے یا کوئی اور حق ہے جس کی خاطر اس کے پاس جارہے ہو؟''اس شخص نے جواب دیا'' مجھے تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اس سے محبت ہے اس لیے اس سے ملاقات کے لیے جارہا ہوں''فرشتے نے کہا کہ ''مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرتا ہے جس طرح تم اللہ تعالیٰ کے لیے اس شخص سے محبت کرتے ہو۔''

آج معاشرے میں محبت اور عداوت کے لیے دنیوی مفادات کو بنیاد بنالیا گیا۔ چنانچہ کسی سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو اس سے محبت کی جاتی ہے۔اس کی عزت اور توقیر معاشرے کی نگاہ میں ہوتی ہے اور جس کسی سے فائدہ نہ پہنچے،اسے عزت کی نگاہوں سے نہیں دیکھا جاتا،بلکہ اس سے نفرت کی جاتی ہے۔

اس دنیا میں رشتہ داری اور قرابت کی وجہ سے محبت اور تعلق کا ہونا تو عام ہے۔اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کی مالی مدد کرتا ہے اسے ہدیے اور تحفے دیتا ہے،تو اس محسن کی محبت بھی ایک فطری بات ہے۔حالانکہ اسلامی تعلیمات کی رو سے ان تمام تعلقات سے قطع نظر کرتے ہوئے،محبت اور عداوت اللہ کی رضا کے لیے ہونی چاہیے۔

آقاعلیہ ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں واضح ہو چکا کہ جب ہماری محبت اور نفرت کا مدار ''رضائے الٰہی''پر ہوگا تو اس سے ایمان کامل ہوگا،دنیا اور آخرت میں نجات اور فلاح

نصیب ہوگی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور محبت حاصل ہوگی۔

اور جس سے اللہ تعالیٰ محبت کریں گے اس سے تمام مخلوق محبت کرے گی۔ جیسا کہ حضورﷺ کا ارشاد ہے کہ "جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت فرماتے ہیں تو حضرت جبریل علیہ السلام سے ارشاد ہوتا ہے کہ "مجھے فلاں شخص سے محبت ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔" اس پر حضرت جبریل علیہ السلام خود بھی اس شخص سے محبت کرتے ہیں اور آسمان میں اعلان کر دیتے ہیں کہ فلاں شخص اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔" پس آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں اور زمین والوں کے دلوں میں بھی اس کی محبت ڈال دی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے، کسی سے محبت کرنے کا کتنا بڑا انعام ملتا ہے، کہ سب آسمان اور زمین والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ والوں کی طرف، دل خود بخود کھنچتا ہے۔ کسی اندرونی جذبے کے تحت ان سے محبت اور الفت جوش مارنے لگتی ہے۔

بے لوث محبت کی وجہ سے دوسروں کے دل میں بھی عزت اور توقیر بڑھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیوی اور اخروی انعامات ملتے ہیں اور آخرت میں بلند و بالا درجات نصیب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی باہمی محبت او رعداوت اپنی رضا کی خاطر نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

روح کی غذا

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جیسے یہ جسم پیدا کیا ہے اسی طرح روح کو بھی پیدا کیا ہے اور انسان جسم اور روح کا مرکب جس طرح روح ہوتی ہے اور جسم کا ساتھ اس کو نہیں ملتا، تب بھی وہ مکمل انسان نہیں ہوتا اور روح اس سے نکل جاتی ہے تو بھی وہ مکمل نہیں۔ جب روح کے ساتھ جسم موجود ہو تو پھر یہ انسان مکمل انسان ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ جیسے جسم کے کچھ تقاضے ہیں روح کے بھی کچھ تقاضے ہیں۔ جسم کی ضروریات ہیں، روح کی بھی ضروریات ہیں اور جسم کے تقاضوں سے چشم پوشی کی جائے، ان کو پورا نہ کیا جائے تو جسم تکلیف میں ہوتا ہے اور اس کو اذیت ہوتی ہے، روح کے تقاضے اگر پورے نہ کیے جائیں تو روح بھی اذیت میں ہوتی ہے، مگر جسم مادی ہے، روح عالمِ بالا کی شے ہے تو ہمیں اس عالم مادیت میں جسم کے تقاضوں کا تو احساس ہوتا ہے، روح کے تقاضوں کا احساس نہیں ہوتا، چوں کہ ہم عالم مادیت میں ہیں تو اس عالم مادیت میں موجود ہونے کی وجہ سے مادی جسم کے تقاضوں کی ضرورت بھی محسوس ہوتی ہے اور ان کی طرف توجہ بھی دی جاتی ہے اور روح چونکہ عالمِ مادیت کی شے نہیں ہے، اس واسطے اس کی طرف اور اس کی ضرورتوں کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔

دوستو! روح جب جسم سے نکل جاتی ہے تو جسم گل، سڑ جاتا ہے، پھول جاتا ہے، پھٹ جاتا ہے، خاک بن جاتا ہے، کیڑوں کی خوراک ہو جاتا ہے۔ روح جب تک اس میں ہے تو ہمیں اس کا خیال رہتا ہے، روح باقی نہیں رہتی تو آپ جانتے ہیں کہ چاہے باپ ہو، ماں ہو، بہن ہو، بھائی ہو، اولاد ہو، چاہے کوئی قریب ترین دوست ہو اس کے جسم کو کوئی اپنے پاس رکھنے کے لیے تیار نہیں اور وہ رکھنے کے قابل بھی نہیں ہوتا، اسے زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے یا اس کو آگ میں جلا دیا جاتا ہے روح جب تک رہتی ہے تو اس کی دیکھ بھال، اس کے ساتھ تعلق، یہ ساری چیزیں رہتی ہیں۔ یہ نماز جو ہم نے پڑھی ہے یہ روح کی غذا ہے۔ قرآن مجید کی ہم تلاوت کرتے ہیں، یہ روح کی غذا ہے۔ ہم درود شریف کی تسبیح پڑھتے ہیں یہ روح کی غذا ہے۔ جتنی عبادات ہیں وہ تمام کی تمام روح کی غذا ہیں، نان، گوشت، اسی طرح جسم کی غذا ہے، شربت ہے، چائے ہے، دودھ ہے۔ یہ جسم کے لیے ہیں، لیکن جسم کی غذا وہ جسم کے مطابق ہے اور روح کی غذا وہ روح کے مطابق ہے۔

جسم چوں کہ مادی ہے لہٰذا اس کی غذائیں بھی مادی ہیں۔ روٹی، گوشت، سبزی، دالیں، دودھ، چائے ساری چیزیں مادی ہیں۔ یہ جسم کے مطابق ہیں، جسم کے لیے غذا بنتی ہیں۔ روح چونکہ مادی نہیں ہے، لہٰذا نماز جو مادی شے نہیں وہ اس کی غذا ہے، قرآن مجید کی تلاوت اس کی غذا ہے۔

روح کی حقیقت

دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

انسان کی روح قبض کرنے کے بعد کہاں جاتی ہے؟اور روح کی حقیقت کیا ہے؟

روح کے بارے میں حضور اقدس ﷺ سے سوال کیا گیا ،تو حضور اقدس ﷺ نے خود" روح" کی حقیقت کے بارے میں جواب نہیں دیا، بلکہ وحی الٰہی کا انتظار فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالی نے قرآن کریم میں نازل فرمایا:(قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ)(الاسراء:۸۵)اللہ تعالی نے اپنے رسول کو اس بات کی ہدایت فرمادی کہ روح ایک امرِ ربی ہے، یعنی روح بھی میرے رب کے امرِ کن ہی سے ہے اور اس کی مخلوق ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری سمیت حدیث کی دیگر کتب میں یہ روایت موجود ہے کہ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ (ابن مسعودؓ) کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ مدینہ کے کھنڈروں میں چل رہا تھا اور آپ کھجور کی ایک چھڑی کو زمین پر ٹکا کر چلتے تھے کہ یہود کے کچھ لوگوں پر آپ گزرے تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ آپ سے روح کی بابت سوال کرو، اس پر بعض نے کہا کہ نہ پوچھو، مبادا اس میں کوئی ایسی بات نہ کہہ دیں جو تم کو بری معلوم ہو، پھر ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ ہم ضرور آپ سے پوچھیں گے، چنانچہ ان میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے ابو القاسم !روح کیا چیز ہے؟ آپ نے سکوت فرمایا (ابن مسعود کہتے ہیں) میں نے اپنے دل میں کہا کہ آپ پر وحی آرہی ہے، لہذا میں کھڑا ہو گیا، پھر جب وہ حالت آپ سے دور ہوئی، تو آپ نے فرمایا : (ترجمہ) اے نبی یہ لوگ تم سے روح کی بابت سوال کرتے ہیں ، کہہ دو کہ روح

میرے پروردگار کے حکم سے (پیدا ہوئی) ہے اور اس کی اصل حقیقت تم نہیں جان سکتے، کیوں کہ تمھیں کم ہی علم دیا گیا ہے۔(الاسراء:85)

بعد کے زمانے میں فلاسفہ، عقلاء اور سائنس دانوں نے اپنی علمی بساط کے مطابق 'روح' کے بارے میں اظہارِ خیال کیا اور مسئلہ روح پر مستقل کتابیں اور رسائل لکھے گئے۔

اسی طرح مفسرین حضرات میں بھی دو جماعتیں ہیں: بعض مفسرین نے اس مسئلہ میں تفصیل اور گہرائی میں جانے سے گریز کیا ہے اور انہوں نے اُسی اجمال کو ترجیح دی ہے جسے کلام اللہ بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ جمہور علماء نے (**قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ**) کے پیشِ نظر اس مسئلہ میں سکوت اختیار کرنے کو ہی افضل اور بہتر قرار دیا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ 'تفسیر عثمانی' میں لکھتے ہیں:

"یعنی روحِ انسانی کیا چیز ہے؟ اس کی ماہیت و حقیقت کیا ہے؟ یہ سوال صحیحین کی روایت کے موافق یہودِ مدینہ نے آنحضرت ﷺ کے زمانے کو کیا تھا۔ اور سیر کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں قریش نے یہود کے مشورہ سے یہ سوال کیا۔ اسی لیے آیت کے مکی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے، ممکن ہے نزول مکرر ہوا، واللہ اعلم۔ یہاں اس سوال کے درج کرنے سے غالباً یہ مقصود ہوگا کہ جن چیزوں کے سمجھنے کی ان لوگوں کو ضرورت ہے اُدھر سے تو اعراض کرتے ہیں اور غیر ضروری مسائل میں ازراہِ تعنت وعناد جھگڑتے رہتے ہیں۔ ضرورت اس کی تھی کہ وحیِ قرآنی کی روح سے باطنی زندگی حاصل کرتے اور اس نسخۂ شفا سے فائدہ اٹھاتے، مگر انہیں دور از کار اور معاندانہ بحثوں سے فرصت کہاں۔ "روح" کیا ہے؟ جوہر ہے یا عرض؟ مادی ہے یا مجرد؟ بسیط ہے یا مرکب؟ اس قسم کے غامض اور بے ضرورت مسائل کے سمجھنے پر نہ نجات موقوف ہے نہ یہ بحثیں انبیاء کے فرائضِ تبلیغ سے تعلق رکھتی ہیں۔

بڑے بڑے حکماء اور فلاسفہ آج تک خود "مادہ" کی حقیقت پر مطلع نہ ہوسکے، "روح" جو بہر حال"

مادہ‘‘ سے کہیں زیادہ لطیف وخفی ہے اس کی اصل ماہیت وکنہ تک پہنچنے کی پھر کیا امید کی جاسکتی ہے۔ مشرکینِ مکہ کی جہالت اور یہودِ مدینہ کی اسرائیلیات کا مطالعہ کرنے والوں کو معلوم ہے کہ جوقوم موٹی موٹی باتوں اور نہایت واضح حقائق کو نہیں سمجھ سکتی، وہ روح کے حقائق پر دسترس پانے کی کیا خاک استعداد و اہلیت رکھتی ہوگی؟

مولانا مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں:

'قرآن کریم نے یہ جواب دیا ہے (**قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ**)۔اس جواب کی تشریح میں حضرات مفسرین کے کلمات اور تعبیرات مختلف ہیں،ان میں سب سے زیادہ اقرب اور واضح وہ ہے جو تفسیر مظہری میں حضرت قاضی ثناءاللہ پانی پتی نے اختیار کیا ہے،وہ یہ ہے کہ اس جواب میں جتنی بات کا بتلانا ضروری تھا اور جو عام لوگوں کی سمجھ میں آنے کے قابل ہے،صرف وہ بتلا دی گئی،اور روح کی مکمل حقیقت جس کا سوال تھا اس کو اس لیے نہیں بتلایا کہ وہ عوام کی سمجھ سے باہر بھی تھی اور ان کی کوئی ضرورت اس کے سمجھنے پر موقوف بھی نہ تھی، یہاں رسول اکرم ﷺ کو یہ حکم ہوا کہ آپ ان کے جواب میں یہ فرما دیجیے کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے،یعنی وہ عام مخلوقات کی طرح نہیں جو مادہ کے تطورات اور توالد و تناسل کے ذریعہ وجود میں آتی ہیں، بلکہ وہ بلاواسطہ حق تعالیٰ کے حکم کن سے پیدا ہونے والی چیز ہے۔۔۔اور انسان کے لیے اتنا ہی علم روح کے متعلق کافی ہے اس سے زائد علم کے ساتھ اس کا کوئی دینی یا دنیوی کام اٹکا ہوا نہیں۔اس لیے وہ حصہ سوال فضول اور لایعنی قرار دے کر اس کا جواب نہیں دیا گیا،خصوصاً جب کہ اس کی حقیقت کا سمجھنا عوام کے لیے تو کیا بڑے بڑے حکماء وعقلاء کے لیے بھی آسان نہیں۔۔۔قرآن کریم نے اس سوال کا جواب مخاطب کی ضرورت اور فہم کے مطابق دے دیا،حقیقتِ روح کو بیان نہیں فرمایا،مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ 'روح' کی حقیقت کو کوئی انسان سمجھ ہی نہیں سکتا اور یہ کہ خود رسول اکرم ﷺ کو بھی اس کی حقیقت معلوم نہیں تھی،صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت نہ اس کی نفی کرتی ہے نہ اثبات،

اگر کسی نبی ورسول کو وحی کے ذریعہ یا کسی ولی کو کشف والہام کے ذریعہ اس کی حقیقت معلوم ہو جائے تو اس آیت کے خلاف نہیں، بلکہ عقل وفلسفہ کی رو سے بھی اس پر کوئی بحث وتحقیق کی جائے تو اس کو فضول اور لایعنی تو کہا جائے گا، مگر ناجائز نہیں کہا جا سکتا۔ اسی لیے بہت سے علما متقدمین ومتاخرین نے روح کے متعلق مستقل کتابیں لکھی ہیں، آخری دور میں ہمارے استادِ محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے ایک مختصر سے رسالے میں اس مسئلے کو بہترین انداز سے لکھا ہے، اور اس میں جس قدر حقیقت سمجھنا عام انسان کے لیے ممکن ہے وہ سمجھا دی ہے، جس پر ایک تعلیم یافتہ انسان قناعت کر سکتا ہے، اور شبہات واشکالات سے بچ سکتا ہے۔'

بعض مفسرین حضرات ایسے ہیں جو روح کے بارے میں تفصیل کرتے ہیں۔ اور اس کی حقیقت وماہیت کو کسی حد تک آشکارا کرتے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے سیرت المصطفیٰ' جلد اول ص: 189 تا 196 ملاحظہ فرمائیں۔

'ارشاد المفتین' 1/79 میں ہے:

''ایک لطیف ذات ہے جو ہوا کی طرح بدن میں ایسے سرایت کرتی ہے، جیسے پانی درخت کی ٹہنیوں میں سرایت کرتا ہے، روح نفس کی اصل اور اس کا مادہ ہے، اور نفس مرکب ہے دو چیزوں سے روح اور روح کا بدن کے ساتھ اتصال سے۔''

ارشاد المفتین 1/398 میں دوسری جگہ ہے:

''موت کے بعد اس کا تعلق بھی قبر میں بدن سے ہوتا ہے، اس کے بارہ میں احادیث کا قدر مشترک تواتر کو پہنچتا ہے، مگر اس کی کیفیت کے ادراک سے عقول قاصر ہیں۔''

'شرح فقہ اکبر' میں ملا علی قاری لکھتے ہیں:

ترجمہ: ''انسانی روح جسمانی حیات سے علیحدہ چیز ہے۔ جسمانی حیات تو جنین میں ہے، اور روح ایک سوبیس دن بعد ڈالی جاتی ہے۔''(**شرح الفقه الأكبر: ١٠١**)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان کیا کہ

تم میں سے ہر ایک کی ابتدائی تخلیق اس کی ماں کے پیٹ میں کی جاتی ہے (چالیس چالیس دن کے تین مراحل ہیں) چالیس دن مرحلہ نطفہ میں پھر اتنی مدت مرحلہ علقہ میں اور پھر اتنی ہی مدت مرحلہ مضغہ میں پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔'' (بخاری)

(مریض اور معالج کے اسلامی احکام، ص 279، مؤلف: حضرت مولانا مفتی عبدالواحد صاحب)

باقی روح قبض ہونے کے بعد کہاں جاتی ہے؟ تو 'آپ کے مسائل اور ان کا حل' میں ہے:

دفنانے کے بعد روح اپنا وقت آسمان پر گزارتی ہے یا قبر میں یا دونوں جگہ؟

''اس بارے میں روایات بھی مختلف ہیں اور علماء کے اقوال بھی مختلف ہیں۔ مگر تمام نصوص کو جمع کرنے سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ نیک ارواح کا اصل مستقر علیین ہے (مگر اس کے درجات بھی مختلف ہیں)، بدارواح کا اصل ٹھکانا سجین ہے اور ہر روح کا ایک خاص تعلق اس کے جسم کے ساتھ کر دیا جاتا ہے، خواہ جسم قبر میں مدفون ہو یا دریا میں غرق ہو، یا کسی درندے کے پیٹ میں۔ الغرض جسم کے اجزاء جہاں جہاں ہونگے روح کا ایک خاص تعلق ان کے ساتھ قائم رہے گا اور اسی خاص تعلق کا نام برزخی زندگی ہے، جس طرح نورِ آفتاب سے زمین کا ذرہ چمکتا ہے، اسی طرح روح کے تعلق سے جسم کا ہر ذرہ "زندگی" سے منور ہو جاتا ہے، اگرچہ برزخی زندگی کی حقیقت کا اس دنیا میں معلوم کرنا ممکن نہیں۔

مردہ کا بات کرنا حدیث کی روشنی میں

عام مردوں کے قبروں میں سننے یا نہ سننے سے متعلق صحابہ کرامؓ کے دور سے ہی دو رائے چلی آ رہی ہیں، راجح بات یہ ہے کہ احادیثِ مبارکہ میں جن مواقع پر مردوں کے سننے کا ذکر آیا ہے، ان مواقع پر تو مردوں کا سننا یقینی طور پر ثابت ہے، اس کے علاوہ احوال میں بھی مردے قبروں میں سن سکتے ہیں۔

چنانچہ قبرستان کے پاس سے گزرتے وقت کیے جانے والے سلام کو مردے سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں ۔احادیثِ مبارکہ میں ہے کہ جب کوئی آدمی اپنے جان پہچان والے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے اور سلام کرتا ہے تو مردہ اسے پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے،اوراگر وہ مردہ اس کو پہلے نہیں پہچانتا تھا تو بھی خوش ہوتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔

ملاحظہ: مذکورہ مسئلہ عام مردوں سے متعلق ہے،انبیاء کرامؑ سے متعلق نہیں ہے، انبیاء کرامؑ اپنی قبورِ مبارکہ میں حیات ہیں،اوراز روئے حدیثِ مبارکہ رسول اللہ ﷺ قبر شریف پر آکر درود و سلام پڑھنے والے کا سلام سن کر خود جواب دیتے ہیں،اور جو لوگ دور سے درود و سلام پڑھیں ان کا سلام فرشتے خدمتِ اقدس میں پہنچا دیتے ہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ اس کا جواب دیتے ہیں، بہرحال مردوں کے سننے یا نہ سننے کے حوالے سے اختلافِ رائے کا تعلق انبیاء کرامؑ السلام کے اپنی قبورِ مبارکہ میں سننے سے نہیں ہے۔

شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور للسیوطی میں ہے:

گناہ گار کو قبر میں جو عذاب ہوتا ہے، کیا اس کے برابر والوں کو بھی اس عذاب کا اثر پہنچتا ہے؟

”واضح رہے کہ بعض روایات ایسی منقول ہیں،جس میں یہ ذکر ہے،اگر کوئی مردہ نیک یا بد ہو اور اس کو قبرستان میں دفن کیا جائے تو اس کی نیکی یا بدی کا اثر دوسرے ہمسایہ مردوں تک بھی پہنچتا ہے،چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ:

1- حضرت ابو ہریرہؓ اور ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے مردوں کو نیک لوگوں کی قبروں کے درمیان دفن کرو،اس واسطے کہ مردوں کو برے ہمسائے سے تکلیف پہنچتی ہے، جیسے زندوں کو برے ہمسایہ سے تکلیف پہنچتی ہے۔

2- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہارا کوئی مر جائے تو اس کو اچھا کفن دو اور جلدی لے جاؤ،اور قبر گہری تیار کرو،اور برے ہمسایہ سے اس کو دور رکھو،صحابہؓ

نے عرض کیا: یا رسول اللہ ! آخرت میں نیک ہمسایہ سے نفع ہوتا ہے؟ آپ نے پوچھا دنیا میں نفع ہوتا ہے، سب نے عرض کیا: ہاں ہوتا ہے، آپ نے فرمایا: اس طرح آخرت میں بھی ہوتا ہے۔

3- حضرت عبداللہ المزنیؒ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کا انتقال مدینہ میں ہوا، اور وہیں دفن کیا گیا، کسی نے اس کو خواب میں دیکھا کہ عذاب میں مبتلا ہے، پھر ساتویں یا آٹھویں روز دیکھا کہ وہ جنت میں ہے، اس نے اس کا سبب پوچھا، اس نے جواب دیا کہ میرے بعد ایک نیک مرد یہاں دفن کیا گیا ، اس نے اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے ہمسایوں میں سے چالیس آدمیوں کی بخشش کی سفارش کی، میں بھی اس چالیس میں تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کی سفارش قبول فرمائی۔

4- محمد بن صبیح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مردہ قبر میں رکھا جاتا ہے اس کو عذاب ہوتا ہے، تو اس کے ہمسائے مردے پکار کر کہتے ہیں، اے شخص! تیرے سامنے تیرے بھائی دنیا سے گزر گئے، اور تو زندہ رہا، مگر تو نے اس کو دیکھ کر نصیحت نہ پکڑی، اور ہم لوگ بھی تیرے سامنے دنیا سے گزر گئے، مگر تو نے اپنا عمل درست نہیں کیا، اس کے بعد قبرستان کی زمین ہر طرف سے پکار کر کہے گی، اے غافل! تیرے گھر والوں کو دنیا نے تیرے سامنے دھوکہ دیا، اور تجھ سے پہلے موت نے ان کو قبر کا راستہ دکھلایا اور تو نے دیکھا کہ لوگ ان کو اٹھا کر لے گئے، اور قبر میں دفن کیا، اس کے دوست آشنا سب روتے رہ گئے، اے غافل! تو نے ان سے نصیحت کیوں نہیں پکڑی، آج تیری آہ وزاری کچھ کام نہ آئے گی۔

لہٰذا مذکورہ روایات سے اتنی بات تو ثابت ہے کہ جس طرح نیک مردے کے دفن کرنے سے ہمسایہ مردوں کو نفع اور راحت پہنچتی ہے، اسی طرح برے مردوں کے قبرستان میں دفن کرنے سے ہمسایہ مردوں کو تکلیف بھی پہنچتی ہے، لیکن یہ کس درجے اور کیفیت کی تکلیف ہے، چونکہ یہ عالمِ برزخ سے متعلق ہے، اس لیے اس کی صحیح کیفیت کا بیان کرنا ممکن نہیں، اجمالی ایمان کافی ہے۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

ڈاکٹر فضل الٰہی

رزق کے اسباب میں سے ایک سبب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔اس موضوع کے متعلق گفتگو انشاءاللہ العزیز درج ذیل دو عنوانوں کے تحت ہوگی۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا مفہوم

۲۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے باعثِ رزق ہونے کے دلائل

<u>۱:اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا مفہوم:</u>

شیخ ابن عاشور آیتِ کریمہ کی تفسیر کے ضمن میں فرماتے ہیں:''خرچ کرنے سے مراد ایسا خرچ کرنا ہے جو دین کی رو سے پسندیدہ ہو' جیسے فقیروں پر خرچ کرنا' دین کی نصرت وتائید کی خاطر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا۔''

<u>۲:اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے باعثِ رزق ہونے کے دلائل:</u>

قرآنِ کریم اور سنتِ مطہرہ میں متعدد آیاتِ کریمہ اور احادیثِ شریفہ میں واضح طور پر یہ بات بیان کی گئی ہے کہ جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اس کو اخروی اجر وثواب کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی اس کا بدلہ وصلہ دیا جاتا ہے۔قرآن وسنت میں اس بارے میں وارد شدہ دلائل میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

ترجمہ:''اور تم لوگ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) جو خرچ کرو، وہ اس کا بدلہ دے گا اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔''

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کے خرچ کرنے کا تمہیں حکم دیا اور اجازت مرحمت فرمائی ہے اس میں سے جو بھی تم خرچ کرو گے وہ تمہیں اس کا بدلہ دنیا میں اور اجر و ثواب آخرت میں عطا فرمائیں گے جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے۔۔۔۔امام رازیؒ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشادِ عالی، رسولِ کریم ﷺ کے ارشادِ گرامی: الحدیث (۳) کی تصدیق کرتا ہے۔

بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کہ عظمت و رفعت والے بادشاہ خزانوں کے مالک اور کائنات سے بے نیاز ہیں، جب انہوں نے فرمایا: خرچ کرو اور اس کا بدلہ میرے ذمہ ہے" تو ان کے اپنے وعدے کی وجہ سے بدل کا عطا کرنا ان پر لازم ہوا جیسا کہ وہ خود فرمائیں: "اپنے ساز و سامان کو سمندر میں پھینک دو اور مجھ سے اس کی ذمہ داری ہے۔"

پس جس نے (فی سبیل اللہ) خرچ کیا اس نے (خرچ شدہ مال کا) بدل پانے کی شرط کو پورا کیا اور جس نے خرچ نہ کیا یقیناً اس کا مال فنا ہو گا۔ مال کا بدل ملنے کی جو شرط تھی وہ اس نے پوری نہ کی لہٰذا اس کا مال بدل ملے بغیر ختم ہو جائے گا۔

اس بات کی مزید وضاحت امام رازی ایک مثال سے کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ایک تاجر کو علم ہے کہ اس کے مالوں میں سے ایک مال خراب و برباد ہو جانے والا ہے۔ وہ اس مال کو ادھار بھی فروخت کر دے گا اگرچہ خریدار فقیر ہی کیوں نہ ہو۔ وہ کہے گا کہ مال کی بربادی کی بجائے کچھ عرصہ ٹھہر کر اس کا معاوضہ وصول کر لینا بہتر ہے۔ اگر اس نے وہ مال ادھار فروخت نہ کیا اور وہ برباد ہو گیا تو سب کہیں گے کہ اس نے غلطی کی اور اگر ادھار مال فروخت کرنے کی صورت میں مالدار ضامن مل رہا ہو اور وہ پھر بھی مال فروخت نہ کرے اور مال برباد ہو جائے تو اس کو دیوانہ قرار دیا جائے گا۔"

امام رازی مزید فرماتے ہیں: ''یہ طرزِ عمل اختیار کرنے والے (اللہ تعالیٰ کی راہ میں نہ خرچ کرنے والے) اس بات سے غافل ہیں کہ ان کی یہ پالیسی دیوانگی کے قریب ہے۔ ہمارے سارے مال یقیناً ختم ہونے والے ہیں اور اہل وعیال پر خرچ کرنا قرض دینا ہے اور اس قرض کی واپسی کے ضامن عظمتوں کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں جنہوں نے فرمایا ہے: ''اور تم لوگ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) جو کچھ خرچ کرو' وہ اس کا بدلہ دے گا''

پھر یہ بات بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے پاس کچھ نہ کچھ زمین' باغ' چکی' حمام یا کوئی نہ کوئی منفعت بخش چیز بطور گروی رکھی ہے' کیونکہ ہر شخص کا کوئی نہ کوئی ذریعہ معاش ہے اور یہ سب چیزیں تو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور انسان کو عاریتاً دی گئی ہیں گویا کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے جو رزق عطا فرمانے کی ذمہ داری لی ہے' اس کے لیے بطور رہن ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق ملنے کا یقین کامل ہو جائے لیکن اس سب کچھ کے باوجود انسان (بہت سے لوگ) اپنے مال کو (اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق) خرچ نہیں کرتے اور اجر وثواب اور قدر افزائی سے محروم ہوتے ہوئے اس کو تباہ وبرباد ہونے دیتے ہیں۔''

<u>تنبیہ:</u> مذکورہ بالا آیت کریمہ میں ایک انتہائی قابل توجہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں خرچ کرنے والوں کے لیے بدل عطا فرمانے کا جو وعدہ فرمایا ہے' اس کی پختگی کے لیے درج ذیل تین تاکیدات استعمال فرمائی ہیں:

۱۔ بیانِ وعدہ کے لیے شرطیہ صیغہ استعمال فرمایا

۲۔ شرط کی جزا بیان کرنے کے لیے جملہ اسمیہ استعمال فرمایا

۳۔ جملہ اسمیہ جزائیہ میں مبتدا کو خبر فعلی پر مقدم کیا گیا

اور یہ تینوں تاکیدات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا وعدہ پورا کرنے کا کتنا شدید اہتمام ہے۔اور اللہ تعالیٰ تو وہ ہیں کہ ان کا وعدہ تاکید کے بغیر بھی ہو تو اس کے پورا ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔"اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا کون ہے؟"

ب: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

ترجمہ:''شیطان تم کو محتاجی سے ڈراتا ہے اور بے حیائی کا حکم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے اپنی بخششوں اور مہربانی کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ فراخی والا جاننے والا ہے۔''

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ ارشاد فرماتے ہیں:''دو باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور دو شیطان کی طرف سے۔وہ کہتا ہے:اپنا مال خرچ نہ کرو'اس کو اپنے پاس سنبھالے رکھو کہ تمہیں اس کی ضرورت ہوگی،اور وہ تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔''

''یعنی اللہ تعالیٰ گناہوں کی معافی کا تم سے اپنی طرف سے وعدہ فرماتے ہیں۔

(**وفضلا**)اور رزق میں اضافے کا۔''

آیتِ کریمہ کی تفسیر میں قاضی ابن عطیہ فرماتے ہیں:''مغفرت سے مراد دنیا وآخرت میں بندوں کی ستر پوشی ہے اور فضل سے مراد دنیا میں رزق کا میسر ہونا'اس میں کشادگی اور وسعت کا نصیب ہونا اور آخرت میں نعمتوں کا حاصل ہونا ہے اور ان سب باتوں کا اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے۔''

امام ابن قیم الجوزیہ آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:''بندے کے خرچ کرنے پر اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی معافی کا وعدہ فرماتے ہیں اور فضل عطا فرمانے کا یقین دلاتے ہیں کہ اس نے جو خرچ کیا'اس سے کئی گنا زیادہ دنیا میں یا دنیا وآخرت دونوں میں عطا فرمائیں گے۔''

ج: ''امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ابن آدم! تو خرچ کر' میں تجھ پر خرچ کروں گا۔''

اللہ اکبر! راہِ ربِ قدوس میں خرچ کرنے والے کے لیے کتنی قطعی ضمانت اور حتمی گارنٹی ہے!

رزق کے حصول کا کتنا سہل' آسان اور یقینی طریقہ ہے!

بندہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے اور وہ اس پر خرچ کریں اور جب فقیر' حقیر' مسکین اور محتاج بندہ ان کی راہ میں اپنی بساط کے مطابق خرچ کرے گا تو وہ خزانوں کے مالک' شاہوں کے شاہ' قدردان اللہ اس پر اپنی کبریائی' عظمت اور شان کے مطابق خرچ کریں گے

امام نوویؒ فرماتے ہیں: ''اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی' آیت کریمہ ہی کی تفسیر ہے اور اس میں نیکی کی راہوں میں خرچ کرنے کی ترغیب ہے اور اس بات کی بشارت ہے کہ ان کی راہ میں خرچ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہترین بدل پائے گا۔

د: ''امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہر دن جس میں لوگ صبح کرتے ہیں' دو فرشتے اترتے ہیں ایک ان میں سے دعا کرتے ہوئے کہتا ہے: ''اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بہتر بدل عطا فرما'' اور دوسرا التجا کرتا ہے: ''اے اللہ! جو خرچ نہ کرے اس کا مال تلف فرما۔''

اس حدیث شریف میں جناب نبی کریم ﷺ نے امت کو اس بات کی خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے کے لیے ہر صبح فرشتہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ وہ اس کو خرچ شدہ مال کا خلف عطا فرما دیں' اور خلف سے مراد جیسا کہ ملا علی قاری نے بیان کیا ہے

عظیم اور اچھا بدل ہے یا اس سے مراد دنیا میں عوض اور آخرت میں صلہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشادِ گرامی میں ہے: اور یہ بھی معلوم ہے کہ فرشتوں کی دعا بارگاہِ الٰہی میں قبول کی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ ان کی اجازت کے بغیر کسی کے لیے دعا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''اور وہ (فرشتے) کسی کی سفارش نہیں کر سکتے مگر جس کے لیے وہ (اللہ تعالیٰ) پسند کرے اور وہ اس کے جلال سے ڈر رہے ہیں۔''

ہ: امام بیہقی حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے جناب نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے بلال! خرچ کرو اور عرش والے سے تنگی کا اندیشہ نہ رکھو۔''

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے کے لیے رزق کے ملنے کی کتنی مضبوط اور پکی ضمانت ہے! کیا یہ ممکن ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے، عرشِ عظیم کے رب اس کو بے یار و مددگار چھوڑ دیں اور وہ تنگ دستی و فقر کا شکار ہو جائے؟ رب ذوالجلال کی عزت کی قسم! ایسا ہرگز ممکن نہیں۔

ملا علی قاری حدیث کی شرح میں تحریر کرتے ہیں: ''کیا تجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ آسمان سے زمین کا نظام چلانے والے رب تجھے ضائع کر دیں گے؟ کیا تمہیں اس بات کا خطرہ ہے کہ جن کی رحمت آسمان و زمین کے سب مکینوں کو خواہ وہ ان کے ماننے والے ہوں یا انکار کرنے والے، پرند ہوں یا چرند، سب ہی کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے، تجھے مایوس کریں گے اور تیرے رزق کو کم کریں گے؟''

و: حدیث، سیرت، تراجم اور تاریخ کی کتابوں میں کتنے واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں خرچ کرنیوالوں کو دنیا ہی میں بہترین بدلہ عطاء فرمایا

اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ایک واقعہ پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں: ''امام مسلمؒ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں'انہوں نے جناب نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب ایک شخص ایک بے آب وگیاہ کھلی جگہ میں تھا'اس نے بادل سے آواز سنی: '' فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کرو۔''بادل نے سیاہ پتھروں والی زمین کا رخ کیا اور وہاں برسا پانی کے ایک نالے نے بادل کے سارے پانی کو اپنے اندر سمولیا۔وہ آدمی پانی کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔اس نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا کدال سے آنے والے پانی کو باغ میں داخل کر رہا ہے۔اس نے کدال والے شخص سے پوچھا: ''اے بندۂ رب! تمہارا نام کیا ہے؟''اس نے جواب میں کہا: فلاں! اور وہ وہی نام تھا جو اس نے بادل میں سنا تھا۔

باغ والے نے اس سے کہا: ''اے بندۂ رب!تم نے میرے نام کے متعلق کیوں دریافت کیا ہے؟'' کہنے لگا: ''جس بادل کا یہ پانی ہے میں نے اس میں ایک آواز سنی تھی: ''فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کرو۔''

اور وہ نام تیرا ہی نام تھا۔تو اس باغ میں کیا عمل کرتا ہے؟اس نے جواب میں کہا: '' تو نے جب یہ بات مجھے بتلائی ہے (تو میں بھی تمہیں اپنی بات بتلا دیتا ہوں) میرا طریقہ یہ ہے کہ اس باغ کی پیداوار کا ایک تہائی حصہ بطور خیرات تقسیم کر دیتا ہوں'ایک تہائی میں اور میرے گھر والے کھا لیتے ہیں اور ایک تہائی باغ کی ترقی کے لیے اس پر خرچ کر دیتا ہوں''

اور ایک دوسری روایت میں ہے: ''ایک تہائی مسکینوں' سوال کرنے والوں اور مسافروں کو دے دیتا ہوں۔''

امام نوویؒ فرماتے ہیں: ''اس حدیث سے صدقہ کرنے'مسکینوں اور مسافروں کے ساتھ احسان کرنے'اپنی کمائی سے خود کھانے اور گھر والوں پر خرچ کرنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔''

حاصل کلام یہ کہ رزق کی چابیوں میں سے ایک چابی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا ہے اللہ رب العزت اپنی راہ میں خرچ کرنے والوں کو دنیا میں اس سے کہیں زیادہ عطا فرماتے ہیں اور آخرت کا اجر و ثواب اس سے الگ ہے۔

شرعی علوم کے حصول کیلئے وقف ہونے والوں پر خرچ کرنا

رزق کے اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو علوم شرعیہ کے حاصل کرنے کے لیے وقف کر دیں' ان پر خرچ کیا جائے۔ اس بات کی دلیل درج ذیل حدیث شریف ہے۔

امام ترمذی اور امام حاکم نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں دو بھائی تھے۔ ایک علم کے حصول کے لیے جناب نبی کریم ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتا اور دوسرا حصول معاش کے لیے سعی و کوشش کرتا۔ حصول معاش کے لیے جدو جہد کرنے والے نے اپنے بھائی کی شکایت جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''شاید کہ تمہیں رزق اسی کی وجہ سے دیا جا رہا ہے۔''

اس حدیث شریف میں جناب نبی کریم ﷺ نے حصولِ رزق کے لیے جدو جہد کرنے والے کو جو حصولِ علم میں مشغول اپنے بھائی کی شکایت لے کر آیا' یہ بات سمجھائی کہ اپنے بھائی پر خرچ کر کے اس کا احسان جتلانا درست نہیں۔ وہ تو یہ خیال کر رہا ہے کہ وہ محنت و مشقت کر کے کما رہا ہے اور اس کا بھائی صرف کھا رہا ہے۔ لیکن شاید کہ جو رزق اس کو میسر آ رہا ہے' اس کی اصل وجہ حصولِ علم میں مشغول بھائی ہی ہو۔

ملا علی قاری جناب رسولِ کریم ﷺ کے قول مبارک کی شرح کرتے ہوئے

تحریر کرتے ہیں: ''صیغہ مجہول ہے'اس سے مراد یہ ہے کہ مجھے امید ہے یا اندیشہ ہے کہ تجھے رزق ملنے کا سبب تیری ہنرمندی یا کاریگری نہیں بلکہ تجھے تو اپنے طلبِ علم میں مشغول بھائی کی برکت کی وجہ سے رزق مل رہا ہے'لہٰذا تو اس پر خرچ کرنے کا احسان نہ جتلا۔''

علامہ طیبی فرماتے ہیں: آپؐ کے قول شریف (**لعلک**) میں وارد شدہ **لعل** کے بارے میں دو احتمال ہیں۔ایک یہ کہ اس کا تعلق جناب رسول کریم ﷺ سے ہو تو یہ قطعیت اور ڈانٹ اور سرزنش پر دلالت کرتا ہے'جس طرح ایک دوسری حدیث شریف میں ہے:

''تمہیں فقط تمہارے کمزوروں کی وجہ سے رزق دیا جاتا ہے۔''

دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کا تعلق مخاطب سے ہو تاکہ اسے غور وفکر کی ترغیب دے کر عدل وانصاف پر آمادہ کیا جائے۔

بعض علمائے امت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ علم شرعی کے حصول کے لیے اپنے آپ کو وقف کرنے والے درج ذیل آیت کریمہ میں مذکور لوگوں میں شامل ہیں:

''خیرات ان محتاجوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں (جہاد کے لیے یا دین کا علم حاصل کرنے کے لیے) بند کیے گئے ہیں۔زمین میں سفر نہیں کرسکتے۔جو ان کا حال نہیں جانتا' وہ انہیں ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے مال دار سمجھتا ہے۔تو ان کا چہرہ دیکھ کر ان کو پہچان لیتا ہے۔لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے اور تم جو مال بطور خیرات خرچ کرو'پس تحقیق اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والا ہے۔''

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اپنے صدقات ایسے لوگوں تک پہنچانے کا اہتمام کرنا چاہیے جن کی وجہ سے صدقات کی قدر و قیمت میں اضافہ ہو جیسے اہل علم پر صدقات خرچ کرنا' کیونکہ اس سے ان کو حصولِ علم میں مدد ملے گی اور اگر نیت درست ہو تو علم سب سے

اعلیٰ عبادت ہے۔امام عبداللہ بن مبارک اپنی خیرات اہل علم ہی کو دیتے۔ جب ان سے کہا گیا :''آپ اپنی خیرات کی تقسیم میں دوسرے لوگوں کو بھی شامل کر لیجئے۔''تو فرمانے لگے:''میں منصب نبوت کے بعد کسی ایسے منصب کو نہیں جانتا جو علماء کے منصب سے اعلیٰ و افضل ہو۔''

کمزوروں کے ساتھ احسان کرنا

حصولِ رزق کے اسباب میں سے ایک سبب کمزور'ناتواں' بے آسرا اور بے سہارا لوگوں کے ساتھ احسان کرنا ہے۔اس بات پر درج ذیل حدیث شریف دلالت کرتی ہے:

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ حضرت مصعب بن سعدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعدؓ نے خیال کیا کہ انہیں اپنے سے کمزور لوگوں پر برتری حاصل ہے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''تمہاری مدد صرف تمہاری کمزوروں کی وجہ سے کی جاتی ہے اور انہی کی وجہ سے تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔''

پس جو شخص یہ پسند کرے کہ دشمنوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اس کی نصرت و تائید فرمائیں اور رزق کے دروازے اس پر کھول دیں تو وہ کمزور'ناتواں'ضعیف' بے آسرا اور بے سہارا مسلمانوں کی عزت و تکریم کرے اور ان کے ساتھ بھلائی اور احسان کا سلوک روا رکھے

ایک اور حدیث شریف میں جناب نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا کہ جو شخص انہیں راضی اور خوش کرنا چاہے وہ امت کے کمزور لوگوں کے ساتھ احسان کرے اور وہ حدیث پاک درج ذیل ہے:

حضرات ائمہ احمد'ابوداؤد'ترمذی'نسائی'ابن حبان اور حاکم حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:''میری رضا اپنے کمزور لوگوں کے ساتھ احسان کر کے حاصل کرنے کی کوشش کرو'

کیونکہ تمہیں اپنے کمزور ضعیف لوگوں کی وجہ سے رزق اور نصرت ملتی ہے۔''

ملا علی قاری جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشادِ گرامی کی شرح کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں: ''اپنے فقیر لوگوں کے ساتھ احسان کر کے میری خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرو۔اس سے رزق اور نصرت وتائید ملتی ہے۔''

جس کسی نے فقیر اور کمزور لوگوں کے ساتھ احسان کر کے اللہ رب العزت کے حبیب جناب رسول اللہ ﷺ کو راضی وخوش کیا اس پر ان کے رب رحیم و رحمٰن راضی وخوش ہوں گے۔دشمنوں کے خلاف اس کی نصرت واعانت فرمائیں گے اور اپنی کرم نوازی سے اس پر رزق کے دروازوں کو کھول دیں گے۔

دعائے مغفرت

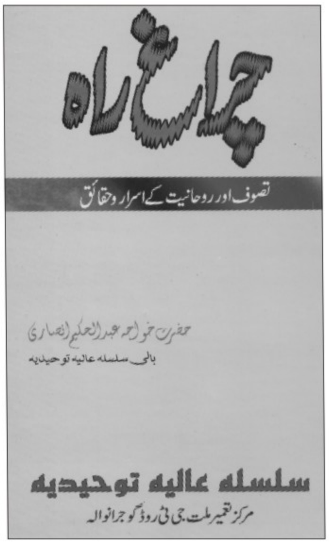
قبلہ بابا جان محمد یعقوب صاحب کے بڑے بھائی

اسلام آباد سے نوید احمد کی نانی

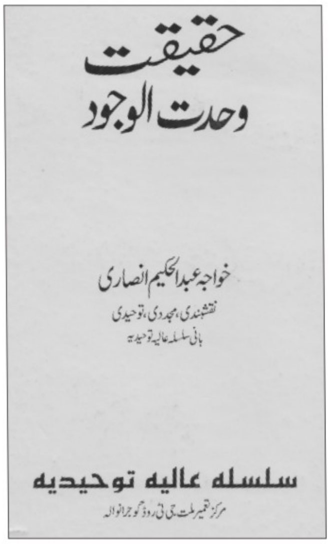
بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں(اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَيْهِ رَاجِعونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

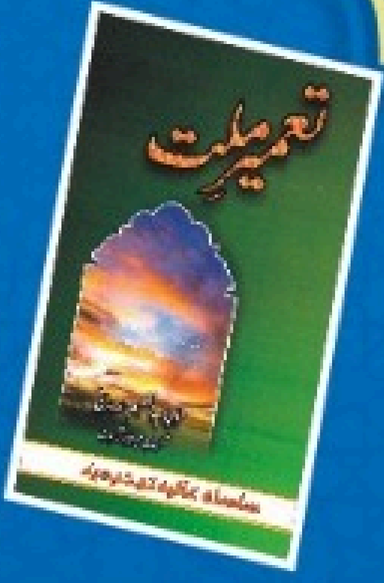


کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

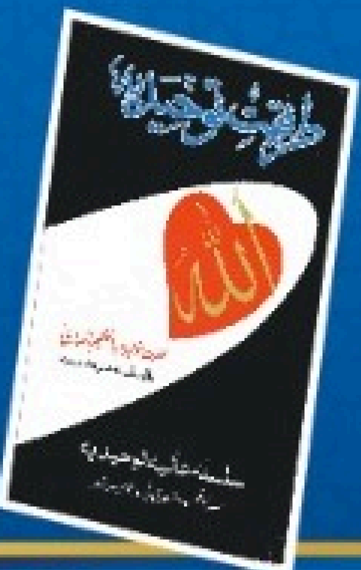


وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت،بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال و انحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالمِ روحانی کی تشریح، جنت و دوزخ کا محلِ وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق و آداب کے اسرار و رموز اور نفسیاتی اثرات، امتِ مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد و اذکار اور اعمال و اشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com